



مغربی اور شرقی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ

سے افق

ادبی لائف سیریز میں پہلی کتاب

شائع ہو گیا

مغربی ادب سے انتخاب
جرم و سزا کے موضوع پر ہر ماہ منتخب ناول
مختلف ممالک میں پلنے والی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر پر
معروف ادیبوں کی قلم سے نکلے ناول
ہر ماہ خوب صورت تراجم و سیریز کی شاہکار ناول

اس کے علاوہ

خوب صورت اشعار منتخب ناول اور افسانہ بابائے ادبی
نوشہ کے علم اور ادبی آگاہی کے لئے

ادبیات پر آپ کی

کسی بھی قسم کی شہادت ضرور
ضروری ہے

011-26100111
011-26100112

2017

ہے۔ جب کوئی مجھے سورج کبھی کہہ کر بلاتا ہے تو میرے دل میں سکون اتر آتا ہے مجھے لگتا ہے سورج سے میرا ایسا رشتہ ہے جو ٹوٹ نہیں سکتا قیامت تک قائم رہے گا۔ لیکن جب تو مجھے کھیا کہتی ہے تو مجھے لگتا ہے میں ادھوری ہو گئی ہوں۔ سورج سے ٹوٹ کر الگ ہو گئی ہوں اس سے میرا دل بٹھ جاتا ہے جسم سے جاں نکلتی ہے پھر تو ایسا کیوں کرتی ہے تجھے علم تو ہے میرے جذبات کا پھر؟ وہ سر اپا احتجاج بنی شنو کو دیکھ رہی تھی۔ شنو کی انجانے خدشے سے خوف زدہ ہو گئی۔ اگر جو کبھی انہیں الگ ہونا پڑا تو؟ کیا سورج کبھی یہ سہہ سکے گی۔

اگلے دن راجو کی شادی تھی۔ بارات ایک گلی سے دو گلیاں چھوڑ کر جانی تھی۔ لیکن صبح سے بینڈ باجے والوں نے بلند آواز میں باجے بجا کر ناک میں دم کر دیا تھا۔ شنو تیار ہو کر آئی تو سورج کبھی انہی تیار ہو رہی تھی۔

”تو ہمیشہ دیر کر دیتی ہے۔“ وہ چڑی۔
”اور تجھے ہمیشہ جلدی ہوتی ہے۔“ سورج کبھی آنکھوں میں کا جل کی دھار لگا کر مسکرائی۔

”کس پہ بجلی گرانے کا ارادہ ہے آج؟“ شنو شرارت سے بولی۔
”مجھے کس پہ بجلی گرانی ہے۔ بجلی تو خود مجھ پہ گری ہے۔“

”وہ کب؟“
”جب سنا ٹکھ کھولی ہے۔ جب سے کھال ہوں۔“
”پڑھ لکھ کر باتیں خوب بنانے لگی ہو۔“

”پڑھ لکھ کر؟“ یہ آنکھوں میں تک پڑھا بھی کوئی پڑھنا ہوتا ہے۔ یہ تو بس بھائی سورج کی عنایت ہے جو مجھے ایسی باتیں سونپتی ہیں۔ اس نے گوٹے والا دوپٹہ ٹھیک سے سر پہ جماتے ہوئے کہا اور پھر آئینے میں اپنا جائزہ لیا۔

”پھر وہی سورج۔ تیری نظریں ہر وقت سورج بھائی پہ رہتی ہیں۔ ہر وقت اس کے بارے میں سوچتی ہے ہر وقت اس کی باتیں کرتی ہے پھر بھی دل نہیں بھرتا۔“

سے کہا تو شنو نے اس کی چوٹی پکڑ کر زور سے کھینچی۔
”غصہ میری چوٹی پہ کیوں نکالتی ہو؟“ وہ مسکرائی۔
”تو اور کیا کروں؟ تو تو کسی کام کی نہیں رہی۔ دیوانی ہو گئی ہے سورج کی۔“

”وہ تو ہوں۔“ اس نے مسکرا کر عقیدت سے گردن موڑ کر سورج کی طرف دیکھا سورج نے کھانا تقریباً ختم کر لیا تھا۔ وہ فوراً اٹھ کر

”سورج بھائی کے ہاتھ دھووانے ہیں۔“ سورج نے اس کا ہاتھ پکڑا۔
”شنو تو اسے بالکل ناکارہ کر دے گی۔ کسی کام کا نہیں رہے گا۔ پھر ہماری عمر اس کی دیکھ بھال کرنی رہنا۔“

”خوشی سے کروں گی شنو۔ یہی تو میری آرزو ہے کہ اس کی داسی بن کر رہوں۔“ شنو نے ہاتھ پیٹ لیا۔
”تو تو گئی کام سے۔ اچھا بتا سوں گے کب سورج صاحب۔“

”آج دیر سے ہیں شاید جلدی سو جائیں۔“
”اس کے سونے کے بعد چلے گی؟“
”ہاں چلوں گی۔ اب ہاتھ چھوڑ اور جانے دے۔“

”دیکھ لکھ لکھ۔ تو اچھا نہیں کر رہی۔“
”شنو۔“ سورج کبھی غصے سے بولی۔ ”تجھے کتنی بار کہا ہے مجھے میرے اصلی نام سے بلایا کر۔“

”تیرا نام بہت لمبا ہے کیا کروں؟“
”تو پھر مت بلایا کر مجھے۔ ختم کر لے دو۔“
”تو اس کی خاطر دوستی ختم کر لے گی مجھ سے؟“ شنو نے صدمے سے کہا۔

”تجھے سے کیا۔ ساری دنیا سے۔ سب کو چھوڑ سکتی ہوں اس کے لیے۔“ اس کے لیے کی مضبوطی اور استقامت اس کے چہرے سے ظاہر تھی۔ شنو بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔ اس کا مڑھایا چہرہ دیکھ کر سورج کبھی کو ترس آ گیا۔

”دیکھ شنو۔“ اس وقت بھائی سورج گھر میں ہے میں نہیں جا سکتی۔ اس نے دیوار کے قریب آ کر ہتھ

آنکھیں پانچوں سے مھر گئیں۔ سورج کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ بے قراری سے بہلایا اس کی ناز برداریوں سے وہ بہل تو گئی۔ لیکن سورج کا کہنا حکم کا درجہ رکھتا تھا۔ پروہ کبھی دوبارہ کھینچوں میں جانے والی بات ہونٹوں پہ نہیں لائی لیکن اب بھی اس کے گھر واپس آنے کے بعد سائے کی طرح اس کے ساتھ لگی رہتی۔

سورج کبھی توجہ سے تعلیم حاصل کرتی رہی ادھر سورج میٹرک کا امتحان دینے کے بعد انقب اے کی تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔ اب سورج کبھی اتنی بڑی ہو گئی تھی کہ اسے پڑھتے وقت چائے پکا کر دینے لگی۔ وہ رات در تک پڑھتا تھا وہ جب تک جاگتا رہتا سورج کبھی کی بلک نہ چھپاتی کئی بار اسے چائے پکا کر دیتی اپنی کتابیں لے کر پڑھنے کے

یہاں اس کے پاس ہی بیٹھ جاتی اور بھی آنکھیں سے اور کبھی پوری آنکھیں کھولے پوری توجہ سے اس کے کتاب جھکے چہرے کو دیکھتی رہتی۔ سورج اس کی نظریں محسوس کرتا تو اوپر دیکھتا اور دھیرے سے مسکرا دیتا۔ اب اس بگلی لڑکی کو سمجھانا بے کار تھا بچپن کی بچی عادتیں بھلا چھوٹی ہیں

یونہی بیٹھ کھیتے پڑھتے لکھتے سورج کا خیال رکھتے وقت گزرتا چلا گیا اور وہ سترہ سال کی عمر کو پہنچ گئی۔

شنو نے دیوار پہ چڑھ کر اسے آواز دی۔
”اے سورج کبھی۔ چلنا نہیں کیا۔ تو تو ابھی تک یونہی بیٹھی ہے تیار بھی نہیں ہوئی۔“ آج ان کی سیکلی کی بڑی بہن راجو کی مہندی تھی۔ سورج کبھی نے کسی کے ساتھ پراٹھا کھاتے سورج پہ ایک نظر ڈالی اور پھر مڑ کر اپنی براؤن آنکھوں سے شنو کو دیکھا۔

”میں نہیں جا رہی۔“
”کیوں نہیں جا رہی؟“ شنو نے تنک کر کہا پھر نرمی سے بولی۔ ”وہ اپنا پلا جوڑا اپن لے ناں جس میں تو بالکل سورج کبھی کا پھول لگی ہے۔“

”دیکھ شنو۔“ اس وقت بھائی سورج گھر میں ہے میں نہیں جا سکتی۔ اس نے دیوار کے قریب آ کر ہتھ

”دیکھ شنو۔“ اس وقت بھائی سورج گھر میں ہے میں نہیں جا سکتی۔ اس نے دیوار کے قریب آ کر ہتھ

”دیکھ شنو۔“ اس وقت بھائی سورج گھر میں ہے میں نہیں جا سکتی۔ اس نے دیوار کے قریب آ کر ہتھ

”دیکھ شنو۔“ اس وقت بھائی سورج گھر میں ہے میں نہیں جا سکتی۔ اس نے دیوار کے قریب آ کر ہتھ

نظروں سے اسے دیکھا۔
 ”اللہ تجھے لمبی جیاتی دے پتر..... تو نے میرے سر
 سے سارے بوجھ ہٹا دیے ہیں۔ سورج کے کاموں کی فکر تو
 مجھے بالکل ختم ہو گئی ہے۔“
 ”مجھے بھی یہی لگ رہا ہے تائی۔“ سورج کبھی مسکرائی۔
 ”اے لے تو ساگ پکار رہی ہے تجھے پتہ ہے سورج بھائی کو
 ساگ بالکل پسند نہیں۔“
 ”تو اسے پسند نہیں تو کیا گھر میں ساگ نہیں کپے گا۔
 تیرے تایا کو اور ہم سب کو تو بہت پسند ہے اور سچ بتاؤ تو وہ
 بھی صرف خمرے کرتا ہے۔ تاکہ اسے گوشت یا قہم مل
 جائے۔ ورنہ گاؤں کے کسی گھرو کو ساگ پسند نہ ہو یہ
 نہیں ہو سکتا بیٹا ہماری تو زندگی یہی کھاتے گزر جاتی ہے۔“
 سورج کبھی نے قہم کے کار کی تہ جھاتے ہوئے منہ
 بسورا۔
 ”جب سے مجھے پتہ چلا ہے سورج بھائی کو ساگ
 زیادہ پسند نہیں مجھے بھی اتنا پسند نہیں رہا۔ تائی تم مجھے قہم
 منگواؤ۔ میں قہم مٹر پکاؤں گی سورج بھائی کے لیے۔“
 ”جے جھلی نہ ہو تو..... اب تو اس کی پسند پاپنی پسند
 قربان کر دے گی؟“ تائی پیار سے مسکرائیں۔
 ”ہاں تائی..... تجھے تو پتہ ہے وہ میرے گرو ہیں۔“
 اسی وقت سورج دروازہ کھول کر اندر آیا سب کے ساتھ
 سورج کبھی بھی ٹھنک گئی۔
 ”آج اتنی جلدی کیسے آگئے۔ پتر طبیعت تو ٹھیک
 ہے؟“ تائی شفقت سے بولیں۔
 ”بس اماں سر میں درد ہے۔ جسم بھی ٹوٹ رہا ہے۔ لگتا
 ہے بخار ہونے والا ہے۔“
 ”ہائے میں مر گئی۔ چل ادھر آ..... چار پانی پر لیٹ
 جا میں سرد پانی ہوں۔“ وہ لیٹ گیا تو تائی ہلے ہوئے سر
 دبانے لگیں۔ سورج کبھی استری کا پلگ نکال کر قریب
 آئی۔
 ”میں چائے پکا کر سردی گولی لاتی ہوں تائی۔ درد
 بھی ٹھیک ہو جائے گا اور بخار بھی اتر جائے گا۔“ وہ بھرتی

”یہ تو میرے نصیب میں لکھا ہے شنو۔“
 ”کیا نصیب میں لکھا ہے؟“
 ”یہی کہ سورج کی طرف دیکھتی رہوں۔ وہ سورج ہے
 اور میں سورج کبھی سورج کبھی کا پھول یہی تو کرتا ہے
 جدھر سورج جائے اپنا چہرہ ادھر ہی موڑ لیتا ہے اسی لیے تو
 اس کا نام سورج کبھی ہے میرا نام بھی سورج کبھی ہے میں
 بھی تو ادھر ہی دیکھتی ہوں جدھر سورج کا منہ ہوتا ہے۔ میں
 کوئی انہونی تو نہیں کر رہی۔“ اس وقت سورج کبھی کے
 چہرے پہ محبت اور عقیدت کے ایسے تاثرات تھے کہ شنو
 متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔
 ”اور رات کو سورج کبھی کیا کرتی ہے؟“
 ”رات کو میں اس طرف منہ کر کے سو جاتی ہوں جدھر
 اس کی چار پائی ہوتی ہے۔“
 ”تو ذاتی پاگل ہے عیسا۔“
 ”تو نے پھر میرا نام بگاڑا..... اس کا چہرہ غصے سے
 سرخ ہونے لگا تو شنو نے اپنے ہاتھ اس کے آگے جوڑ
 دیئے۔
 ”وغلطی ہو گئی..... معاف کر دے..... آئندہ ایسا نہیں
 ہوگا۔“
 ”معاف کیا..... لیکن ایک بار پھر سن لے میں نہیں
 چاہتی سورج کا نام ایک لمحے کو بھی میرے نام سے جدا
 ہو۔“ وہ بے حد سنجیدہ تھی۔
 ”تو پاگل ہی نہیں دیوانی بھی ہے۔ لیکن اسے بھی تیرا
 کوئی خیال ہے یا تو ہی مری جاتی ہے؟“
 ”بہت خیال کرتا ہے لیکن اگر نہ بھی کرے تو مجھے کوئی
 فرق نہیں پڑتا۔“
 ”یہ کیا بات ہوئی؟“
 ”میرے لیے اتنا ہی کافی ہے شنو کہ میں اس سے
 محبت کرتی ہوں۔ وہ میری نظر کے سامنے ہوتا ہے۔ میری
 آنکھیں اسے دیکھ سکتی ہیں۔ میرا دل بس اسی خیال
 سے روشنی سے بھر رہا ہوتا ہے۔
 ”تو تو دیوانوں سے بھی بڑھ کر ہے..... اگر محبت کا

”اس کے سر میں درد تھا اس لیے آیا ہے۔“
 ”تو اب ٹھیک ہے؟“

”ہاں میں نے چائے کے ساتھ دو گولیاں دی تھیں
 بخوار تر کیا۔“ وہ سادگی سے بولی۔
 ”بہت خدمت ہو رہی ہے؟“ شنو نے آکھیں
 شکا کیں۔

”مجھے کیوں جلن ہو رہی ہے..... مجھے پتہ ہے میں
پرائیوٹ میٹرک کا امتحان دوں گی۔“
”اچھا..... اس نے دیکھ لیا ہے پھار کر دیکھا۔“ یہ بھی
سورج بھائی کا کارنامہ ہوگا۔
”ہاں..... اسی نے کہا ہے۔“

”سو راج بھائی نے کہا اور تو فوراً تیار ہو گئی۔“
”تجھے تو پتہ ہے اس کی ہر بات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔“

”اور تو.....؟ تیرا اپنا کوئی وجود نہیں۔ کوئی خواہش نہیں؟“

”تو ٹھیک کہتی ہے۔ میرا اپنا کچھ بھی نہیں، میں تو زندہ بھی اس کی وجہ سے ہوں۔“

”پھر تو سوچ، کبھی کیوں کہلاتی ہے۔ تیرا نام تو چندر کبھی ہونا چاہیے تھا۔“

”وہ کیوں؟“

”کیونکہ چاند سورج کی وجہ سے زندگی پیدا کرتا ہے۔ اس سے اپنی روشنی لیتا ہے“ تجھے یاد نہیں کورس کی کتابوں میں پڑھا تھا۔“ سورج کبھی نے پُر سورج نظروں سے شوقو دیکھا۔

”کبھی تو ٹھیک ہے تو..... ایک لحاظ سے میں چند بھی
بھی ہوں..... ایک لحاظ سے سورج کبھی بھی ہوں لیکن
میں سورج کبھی کہلا نا زیادہ پسند کرتی ہوں۔ کیونکہ اس طرح
سورج کا نام میرے نام کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔“
”پتہ ہے تجھے.....“ شنو نے اپنے منہ کا زاویہ جان
بو جھ کر ہلکا کر دیا۔ ”یہ تیرا نام لے کر میرا منہ ٹھک جاتا ہے۔“
”تو مت لیا کر میرا نام..... ختم کر لے دوستی..... میں

28 اکتوبر 2017ء

بدلا۔ پھر وہ خیال لہجہ میں بولی۔
 ”بھائی تو میں نے اسے کبھی نہیں سمجھا..... یہ نہیں کیا
 سمجھتی ہوں اسے..... میں بس اتنا جانتی ہوں جس صبح
 اسے نہ دیکھوں میرا دن نہیں ہوتا..... رات کو اسے نہ
 دیکھوں تو ساری رات سو نہیں سکتی..... ہر وقت اس کی
 تصویر آنکھوں میں روتی ہے۔ اس کا سایہ ہر وقت میرے
 ساتھ رہتا ہے۔ ایسا لگتا ہے وہ میرے اندر ہی کہیں رہتا
 ہے۔ اب میں تجھے کیسے سمجھاؤں شبنو! تجھے تو خود سمجھ نہیں
 آتی کہ وہ کیا ہے میرے لیے۔“

بھی کوئی سوال سمجھنے کے بہانے بھی کسی شعر کی
تشریح کی خاطر وہ سورج کے پاس کتابیں لیے بیٹھی رہتی
گھرا آنے کے بعد تھوڑی دیر اسے آرام کا موقع دیتی کیونکہ
س کا آرام اور اس کی ضروریات اس کے لیے بہت اہم
تھیں۔ جیسے ہی وہ اپنی نیند پوری کر کے اٹھتا وہ اس کے
سامنے کتابیں لیے موجود ہوتی۔ وہ حتیٰ و حد اسے سمجھاتا وہ
تھوں کے پیالوں میں چہرہ لٹکائے اسے دیکھ جاتی۔ وہ
لتے بولتے چونک جاتا۔

”نیوں کیا دیکھ رہی ہو، کچھ دماغ میں آیا یا میری شکل
دھ رہی ہو۔“

”آگیا سمجھ میں۔“ وہ گڑبڑا کر سیدھی ہوتی اور سوچتی
 کچھ لمحوں کی تو سمجھ میں آئے گا اور نہ بھی آئے تو کیا فرق
 تا ہے میں تو تمہارے قریب بیٹھنے چہرہ دیکھنے لگی ہوں
 را ایک ایک دلبرانہ نقش آنکھوں میں جذب کرنا چاہتی
 ہوں۔ وہ اس عرصے کو لہا کیے جانی سوال سمجھا دیتا تو کچھ
 سامنے رکھ دیتی۔

”مجھے کچھا تا بھی ہے یا سب کچھ مجھ سے ہی سکھنا ہے؟“ وہ مصیبت سے اس سے پوچھتی۔ لیکن مصیبت کے تھکے ساتھ کچھ ایسا ہوتا ان آنکھوں میں جس سے وہ مگر بڑا مانتا..... مانتے پہ پسینا جاتا..... ایسے میں وہ جان بوجھ کر بچہ سمجھ کر نظر انداز کر جاتا۔ اس روز بھی وہ پڑھا کر اٹکا اٹھا کر شوق لگی۔

اکتوبر 2017ء

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

آنچل

(ایک ساتھ منگوانے پر)

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دلچسپہ فراہم کرینگے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا رسالہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 700 روپے

امریکا کینیڈا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

7000 روپے

میدل ایسٹ ایشیائی افریقہ یورپ کے لیے

6000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ مئی آرڈر مئی کراہ
ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیج سکتے ہیں۔
مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کر سکتے ہیں۔

رابطہ: طاہر احمد قریشی..... 0300-8264242

نئے آف گروپ آفٹ سبلی کیشنز

فون نمبر: 922-3562077/2

aanchalpk.com
aanchalnovel.com
circulationngp@gmail.com

اکتوبر 2017ء

”پہراتی چھوٹی ہو کر اتنی بڑی بڑی سوچوں کو دل میں
بکرنے سیرے لیے اچھا نہیں ہے۔“
”کون سی سوچیں؟“

”دیکھ میں یہ توقف نہیں ہوں بہت بڑا ہوں تم سے
زیادہ دنیا دیکھی ہے بہت تجربہ ہے مجھے اور تیری نظروں کو
بھی پہچانتا ہوں تیری عمر ابھی ایسی باتوں میں پڑنے کی
نہیں ہے تو سمجھ رہی ہے ناں؟“

”میں تو کچھ بھی نہیں سمجھ رہی.....“ وہ سمجھ رہی تھی لیکن
چاہتی تھی سورج کی زبان سے آج اس کے خیالات جان
لیں۔ ”تم صاف صاف کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”تو بہ کتنی بے وقوف ہے تو.....“ سورج جھنجھلا گیا۔
”ذرا سی بات سمجھ نہیں آ رہی۔“ وہ غصے میں منہ دوسری

طرف کر کے لیٹ گیا۔ سورج کبھی کے لیوں پہ مسکراہٹ
پھیل گئی۔ وہ ساری رات سورج نے آنکھوں میں کات
دی۔ ۱۰ کبھی کی وارنٹ بولتی نظروں نے اسے حواس باختہ
ایا تھا۔ وہ بہت زیادہ بے چین تھا۔

وہ چنچن سے اسے بے حد عزیز تھی۔ بہت زیادہ قیمتی
متان سمجھ کر اس کی حفاظت کی تھی اس نے وہ اپنی ذات
سے اسے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ اس کے دکھ کا
باعث نہیں بننا چاہتا تھا۔ آج وہ جس راہ پہ چل پڑی تھی
اسے فکر مند کرنے کے لیے کافی تھی۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتا
تھا کہ وہ تو پہلے دن سے ہی اس کی دیوانی تھی۔ اس کی
پجاری تھی۔ ایسی پجاری جو پچھلے انیس سال سے اس کی
رکش کر رہی تھی۔ کسی صلے اور بدلے کے بغیر اس کی محبت
میں آگ میں جل کر نذران ہو گئی تھی۔ صبح رات جبکہ سے
سرخ آنکھیں لیے کھیتوں کی طرف جانے سے پہلے ایک
بار پھر اسے سمجھانا فرض سمجھا سورج نے۔

”دیکھ سورج کبھی تو کم عمر ہے معصوم ہے تجھے زندگی
کی بے رحمی کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں اور بہت سی تلخ
اور اذیت ناک حقیقتیں ایسی ہیں جو تو بالکل نہیں جانتی اور
میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ تجھے ایسی کسی بات کا پتہ چلے جس
سے تجھے تکلیف ہو تجھے پتہ ہے ناں تو مجھے بہت عزیز ہے

”بتایا تو ہے کالا گولے والا۔“
”کالا سوٹ ڈھونگی پہ اچھا لگے گا؟“ وہ متذبذب
ہوئی۔

”کوئی بات نہیں..... آج کل کالے رنگ کا فیشن
ہے۔“ مجبوراً سورج کبھی کو کالا سوٹ پہن کر جانا پڑا۔ اس کی
سنہری رنگت دمک اٹھی اور جب اس نے اپنی بڑی بڑی
براؤن آنکھوں میں کاجل کی دھار لگائی تو جیسے قیامت
ڈھانے لگی۔ باہر آئی تو اماں اور تائی دونوں نے بلا میں
لیں۔ تائی نے شفقت سے سر پہ ہاتھ رکھا..... سب
سکھیاں ساجی کے کمرے میں گھس گئیں۔ بھانے اور مذاق
میں کافی وقت گزر گیا۔ اس کا دل وہاں بھی نہ لگا اللہ اللہ
کر کے سب ختم ہوا تو وہ مگر کی طرف چلی۔

بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ سورج واپس آچکا تھا
اور چار پانی پہ بیٹھا جانے کیا سوچ رہا تھا۔ اس کے بھاگتے
قدم ایک دم رک گئے۔ کاجل بھری آنکھوں میں چاند اتر
آئے۔ وہیں کھڑی پروانہ وار اسے دیکھ گئی۔ سورج اس کی
وارنٹ نظروں اور سب سے بچانے قاتل روپ کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔
دونوں کی نظریں ملیں تو وہ گھبرا کر چلی اور پھر گھوم کر اندر چلی
گئی۔ سورج کم سے کم تکی دیرو سوچوں میں گم بت بنا بیٹھا رہا۔
اگلے دن اسکے لیے کہ سورج کبھی کو پکڑ لیا۔
”سورج کبھی اچھا آ میری بات سن۔“

”کیا بات ہے؟“ وہ اشتیاق سے کسی معمول کی طرح
کھینچی چلی آئی۔

”دیکھ تو ابھی بہت چھوٹی اور معصوم ہے۔“ سورج نے
ذرا سنبھل کر الفاظ کا انتخاب کیا۔

”میں اب اتنی چھوٹی بھی نہیں ہوں۔ انیس سال کی
ہو گئی ہوں۔“

”ہاں.....“ اس نے اسے سر کے بالوں میں ہاتھ پھیرا
جیسے الفاظ نل رہے ہوں۔ ”لیکن مجھ سے کتنی چھوٹی ہے
تو..... کچھ پتہ ہے؟“

”پتہ ہے دس سال چھوٹی ہوں تجھ سے۔“ وہ ذرا بھی
نہ گھبرائی۔

”کبھی تو بھی آ جایا کر ہمارے گھر۔ بس میں ہی پکڑ
لگاتی رہتی ہوں۔“ ثریا نذیراں اور محمد دین بیٹیوں ہی بس
پڑے محمد دین حق پرے کرتا ہوا بولا۔

”کیا فرق پڑتا ہے کڑیوں..... ملنا ہوتا ہے تم دونوں
نے..... وہاں نہ کی اچھڑ سہی..... اور سورج کبھی تو بھی چلی
جایا کر کبھی اس کے گھر کبھی ہے تیری۔“
”تایا یہ آنا کم کرے تو میں جاؤں نا۔“ وہ شونی سے
بولی۔

”کیا کہا؟“ وہ مصنوعی غصے سے اسے مارنے دوڑی تو
سورج کبھی جلدی سے اندر دوڑ گئی وہ بھی پیچھے ہی آ گئی۔
”آج ساجی کے گھر ڈھونگی ہے سب لڑکیاں جائیں
گی تو بھی چل۔“

”چلو ٹھیک ہے۔“
”اتنی جلدی کیسے مان گئی تو.....؟“ وہ حیران ہوئی۔

”آج سورج بھائی دوستوں کے ساتھ گیا ہے
ناں..... ذرا دیر سے ہی آئے گا۔ اس لیے سوچا چلی
جاؤں۔“

”دیکھ سورج کبھی آج وہ سنہری گولے والا کالا سوٹ
پہن لے تیرے سنہرے رنگ پہ بہت اچھا لگتا ہے قسم
سے آج تو سورج تجھ پہ ضرور ہی عاشق ہو جائے گا پھر
دیکھنا تجھے ہی دیکھتا رہے گا تیری طرح۔“

”میں تو یہ چاہتی ہی نہیں کہ وہ ہر وقت مجھے دیکھتا
رہے.....“ سورج کبھی سنجیدہ ہو گئی۔

”لو جی یہ کیوں؟“

”اگر وہ میری طرف دیکھتا رہا تو پھر میں کیسے دیکھوں
گی اس کی طرف..... اور اگر میں اس چہرے کی طرف نہ
دیکھ سکی تو میری آنکھوں کی بیاس کیسے بجھے گی۔ میری
آنکھیں کیسے سیراب ہوں گی؟“ سورج کبھی نے لہر کر ڈرا
شونی سے شنو کی چوٹی چھینی۔

”تیرے عشق کی مجھے تو سمجھ نہیں آتی۔“
”مجھے خود بھی نہیں آتی۔“ وہ لاپرواہی سے بولی۔ ”چلو تم
بتاؤ کون سا سوٹ پہنوں.....؟“

31

حجاب

اکتوبر 2017ء

30

حجاب

رہی ہے سان نہیں ہیں۔“

”جب مجھے کوئی صلہ چاہے ہی نہیں میں کچھ مانگ نہیں رہی اس سے تو پھر اسے اعتراض کیوں ہے؟ کیا ابھسن جاسکتا ہے؟“

”دیکھ سورج مکھی..... اسے واقعی تیری پروا ہوگی وہ تجھے تکلیف نہیں دینا چاہتا۔“

”مجھے کیا تکلیف ہوگی میں کوئی بچی ہوں سب سمجھتی ہوں میں کوئی اس سے شادی کا مطالبہ تو نہیں کر رہی جو وہ پریشان ہے۔“ وہ رو نہ لگی۔

”چل چھوڑ یہ باتیں کیوں دل جلاتی ہے خواہ اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔“ لیکن سورج مکھی کے دل کو ارنٹ آیا۔



پچھلے چندہ دن سے سورج اور تائی کے درمیان تناؤ کی کیفیت تھی۔ دونوں آپس میں بات نہیں کر رہے تھے۔ اگر تائی کھیتوں سے جاتا تو سورج کسی اور طرف نکل جاتا۔ اگر دونوں جھگڑا کرتے تو آپس میں بند ہو کر کرتے سورج مکھی کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ سورج تو تائی کا انتہائی فرمان بردار تھا۔ ان کے سامنے اونچی آواز میں بولنا گناہ سمجھتا تھا۔ پھر خرابی کیا بات ہوگی جو وہ یوں ہتھے سے اکھڑ رہا تھا۔ سورج مکھی کا کھانا پینا سونا جا گنا جیسے حرام ہو گیا۔ سارا دن خاموش بیٹھی سوچتی رہتی۔ رات کو چارپائی پہ کروٹیں بدلتی رہتی، اماں اور تائی بھی کچھ نہیں بتا رہی تھیں ان کا جھگڑا ہوتا تو وہ بے چینی سے صحن میں ٹہلنے لگتی دل جیسی مٹھی میں آ جاتا۔ ساری رات بے چینی سے کروٹیں بدلنے کے بعد صبح فجر کے وقت آنکھ لگی تو ترائی نے جگا دیا۔

”اماں سونے دے تان۔ ساری رات نیند نہیں آئی۔“

”کیوں چوکیدار کی جگہ تو پہرہ دیتی رہی ہے۔“ ترائی کو غصہ آ گیا۔

”بچی سمجھ لے۔“ اس نے رنگیں کھس مہر تک اوڑھ لیا۔

لگی۔ اماں اور تائی کو گنگناتھیں۔

”تجھے کیا بتاؤں ترائی..... سورج نے تو حد ہی کر دی ہے۔“ سورج مکھی کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ جلدی سے اٹھی اور آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی کھڑکی کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

”کیا کیا سورج نے؟“ ترائی کی آواز تلویش سے بھر پور تھی۔

”تجھے تو پتہ ہے ہم نے شروع سے طے کر رکھا ہے سورج مکھی اور سورج کا رشتہ.....“ سورج مکھی کا دل بڑے زور سے دھڑکا۔ قھوڑی دیر خاموشی رہی۔

”اب کہتا ہے سورج مکھی سے شادی نہیں کروں گا۔ بہت چھوٹی ہے وہ۔“ اماں کی طرف سے اب بھی خاموشی تھی۔

”وہ اسکول کی ماسٹرنی ہے ناں.....“ تائی کی زہریلی آواز آئی۔ ”رجو کے گھر میں کمرہ کرائے پر لے رکھا ہے کیا بھلا سامان ہے اس کا۔“

”فائزہ.....“ اماں کی آواز جیسی تھی۔

”ہاں وہی تو..... شہر سے آئی ہے رنج کے فیشن کرتی ہے۔ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے کہتا ہے پیار کرتا ہوں میں اس سے۔“ تائی کا لہجہ گڑبگڑ گیا۔

”تو مان لوں اس کی بات۔“

”ایسے ہی مان لوں۔“ تائی چیخ کر بولیں۔ ”میں نے تو آج تک اپنی گڑیا کے علاوہ سورج کے لیے کسی اور کا نہیں سوچا۔ اس کی وہ ہنسی بنے گی تو صرف سورج مکھی۔“

”زبردستی تو نہیں آپا نڈیریاں..... آج کے بچے اپنی بات منوا کر دم لیتے ہیں اور پھر میری سورج مکھی مجھ پہ بھاری تو نہیں خود زبردستی سورج کے سر پر قہو پ دوں۔“

ترائی کو غصہ آئی۔

”کیسی غیروں والی بات کرتی ہے ترائی۔“ تائی بھڑکیں۔

”مجھے اپنی گڑیا سے زیادہ کوئی پیارا نہیں۔ ویسے بھی وہ ماسٹرنی تو مانتی نہیں یہی دیوانہ ہو رہا ہے۔“

”ماسٹرنی کیوں نہیں مانتی ہمارے سورج میں آخر کیا

لی ہے۔“ اب ترائی سورج کی حلیت میں بولی۔ تو سورج مکھی کے لبوں پہ بے اختیار مسکراہٹ آ گئی۔

”ارے شہری لڑکی ہے گاؤں والوں کو گنوار سمجھتی ہے۔“

”گنوار ہوگی خود..... سورج جیسا شہزادہ اسے کہیں نہیں ملے گا۔“ یہ سن کر سورج مکھی باہر آ گئی۔

”تجھے تو نیند آ رہی تھی۔“ ترائی بولی۔

”تو نے تو ساری نیند خراب کر دی اماں۔ اب خاک سوں گی۔“

”چل پھر جلدی سے ناشتہ تیار کر لے تائی نے کھیتوں پہ جانا ہے۔“

”سورج بھائی نہیں جائیں گے۔“ وہ مصومیت سے بولی۔

”کیا پتہ اس کے موڈ کا..... دماغ زیادہ خراب ہو رہا ہے آج کل۔“

”دیکھ تائی تو سورج کے بارے میں ایسا مت بول ورنہ میں ناشتہ نہیں پکاؤں گی۔“

”چل بڑی آئی اس کی ہمدرد۔“

”وہ تو ہوں میں۔“ ناشتے کے بعد وہ سیدھی شنو کے گھر پہنچ گئی۔

”دشتو تو ماسٹرنی فائزہ کو جانتی ہے؟“

”وہ جو رجو کے گھر رہتی ہے کرائے پہ؟“

”ہاں وہی..... میرے ساتھ چل رجو کے گھر۔“

”کیا بات ہے اتنی جلدی بھی کیا ہے۔“ سویرے کسی کے گھر جانا..... کوئی مسئلہ ہے؟“ سورج مکھی خاموش رہی۔ رجو کے گھر کا دروازہ کھلا ہی تھا۔

”سلام خالہ۔“ دونوں نے کورس میں سلام کیا۔

”ماسٹرنی ہے اندر؟“ خالہ نے سر ہلا کر کچھ پوچھنا چاہا لیکن وہ جلدی سے دروازہ کھٹکھٹا کر اندر آ گئیں۔

فائزہ کرسی پہ بیٹھی پاؤں میں نیل پاش لگا رہی تھی۔ ساتھ ہی ریڈیو پہ گانے سن رہی تھی۔ انہیں دیکھ کر پہلے تو حیران ہوئی پھر ریڈیو بند کر کے سوالیہ نظروں سے دونوں کی

طرف دیکھا۔

سورج مکھی بہادری سے ایک قدم آگے بڑھ کر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

”میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ سورج میں آخر کیا برائی ہے کہ آپ نے اس سے شادی سے انکار کر دیا؟“ فائزہ نے سلیقے سے بات کرتی اس پیاری سی لڑکی کی طرف دلچسپی سے دیکھا۔

”اوہ تم یقیناً سورج مکھی ہو۔“

”ہاں لیکن آپ کو کیسے پتہ چلا؟“ اس کی بڑی بڑی براؤن آنکھوں میں حیرت دکائی۔

”سورج اکثر تمہاری باتیں کرتا ہے۔ تم بالکل ویسی ہو جیسی میں نے سوچا تھا۔“

”کیسی باتیں کرتا ہے؟“ سورج مکھی کے چہرے پہ شفق پھیل گئی۔ اس نے گڑبگڑا کر فائزہ کی طرف دیکھا اور بات بدلنے کی خاطر جلدی سے بولی۔

”ہاں تو آپ کو انکار کس بات پہ ہے؟“ فائزہ نے مسکرائی آنکھوں سے چند لمبے بے حد غور سے سورج مکھی کی طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

”کس نے کہا مجھے انکار ہے؟“ سورج مکھی حیران پریشان اسے اور اس کے پراعتاد انداز کو دیکھتی رہ گئی۔

”تو آپ کو انکار نہیں؟“

”بالکل نہیں۔“

”آپ سورج بھائی سے شادی کرنے کو تیار ہو۔“

”بالکل تیار ہوں۔“

”لیکن تائی تو کہہ رہا تھا ماسٹرنی نہیں مان رہی۔“ وہ فائزہ سے بالکل الگ انداز میں بات کر رہی تھی۔ آپ اور جناب کے ساتھ اور اس تعلیم کی وجہ سے تھا جو وہ حاصل کر رہی تھی۔ لیکن اپنے گھر کی بات آتے ہی پھر وہی انداز اپنا لیا۔ کیونکہ شروع سے اس طرح بولنے کی عادت پڑی ہوئی تھی۔

”تمہارے تائی کو غلط فہمی ہوئی ہوگی میں تو راضی ہوں

دیکھ لو ای لیے میں نے سورج کی تصویر بھی اپنی میز پر رکھی ہے۔ اس کی نظروں کے تعاقب میں سورج بھی نے بینہ کی سائینڈ یہ رکھی ٹیبل کی طرف دیکھا اور پھر دھیرے دھیرے چلتی ہوئی میز کے قریب آئی اور تصویر اٹھائی۔ سورج کی بے حد خوب صورت تصویر بھی اور تصویر کے نیچے خوب صورت لکھائی میں لکھا تھا "الفت دیوتا" وہ چند لمحے ٹرائس کی حالت میں آنکھیں تصویر پر جمائے کھڑی رہی اور پھر اسی طرح دھیرے دھیرے چلتی ہوئی فائزہ کے قریب آ گئی۔ اس کی نظریں ابھی بھی تصویر پر تھیں۔ فائزہ نے چند لمحے اسے دیکھا اور پھر زری سے بولی۔

"تم شاید ان الفاظ پہ حیران ہو رہی ہو جو میں نے تصویر کے نیچے لکھے ہیں۔" سورج بھی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم دسویں جماعت تک پڑھی ہو ان کا مطلب تو تمہیں معلوم ہی ہوگا الفت دیوتا۔ یعنی محبت کا دیوتا۔" "ہاں" معلوم ہے آپ نے بالکل ٹھیک لکھا ہے وہ الفت دیوتا ہی ہے۔

"دیے میں اس تصویر کے نیچے اپالو لکھنا چاہتی تھی یونانی ماٹھا لوہی میں ایلا سورج کے دیوتا کا نام ہے وہ اپنی خوبصورتی کی وجہ سے بھی مشہور ہے سورج اپالو تو ہے ہی اور میں چونکہ اس سے محبت کرنے لگی ہوں اس لیے میں نے اسے الفت دیوتا کا نام دے دیا وہ میرے لیے محبت کا دیوتا ہی تو ہے تمہارا کیا خیال ہے سورج بھی۔ یہ نام ٹھیک ہے ناں سورج کے لیے۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ وہ بہت آہستہ سے بولی۔ "سورج سے بہتر یہ نام کسی اور کے لیے موزوں ہو ہی نہیں سکتا۔" وہ بہت چپ چپ سی لگ رہی تھی۔ شنوبے چہین کھڑی تھی۔ اس نے تصویر واپس میز پر رکھ دی اور فائزہ کے قریب آئی۔

"تو پھر میں سورج کو یقین دلاؤں کہ آپ اس سے شادی کریں گی؟" "ہاں۔" سورج بھی نے بے اختیار اس کے ہاتھ قہام

لیے اور بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ "آپ بہت اچھی ہیں سورج کا دل ٹوٹنے سے بچ جائے گا اور اس کے علاوہ مجھے کچھ نہیں چاہیے آپ کا بہت بہت شکریہ۔" وہ شنوبے کے ساتھ جلدی سے باہر نکل آئی۔ "تمہارا دماغ بالکل خراب ہو گیا ہے تو نے اپنے ہاتھوں سے اسے سورج بخش دیا۔ تو بالکل ہی پاگل ہو گئی ہے۔ دیکھ لینا بعد میں پچھتاؤ گی۔ میری ماں تو ابھی بھی واپس جا کر اسے بتا دے کہ سورج تیرا ہے اور ہمیشہ تیرا ہی رہے گا۔ اس لیے وہ سورج کے خواب دیکھنا چھوڑ دے۔" لیکن سورج بھی اس کی باتوں سے بے نیاز اپنے گھر کی طرف مضبوط قدموں سے چلتی آ رہی تھی۔ اسے سورج کو خوش خبری سنائی تھی۔

"تجھ سے زیادہ بے وقوف لڑکی میں نے پوری دنیا میں نہیں دیکھی۔" "تو نے دنیا دیکھی کہاں ہے شنوبے۔" وہ سنجیدہ تھی لیکن شنوبے نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اپنے عین سامنے کھڑا کیا۔

"ایک بات سچ بتائے گی؟" "ہاں بولی۔" "اگر بھی سورج بہت محبت سے تیرے گرد اپنے بازو لپیٹ کر تجھے اپنے سینے سے لگا لے تو؟" "ایک لمحے کو سورج بھی نے ساکت نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کا چہرہ کئی رنگ بدل گیا۔ پھر وہ دھیرے سے سرگوشی میں بڑبڑائی۔

"اگر ایسا ہو جائے شنوبے تو انہی بازوؤں میں میری جان نکل جائے گی۔" شنوبے کے دل پہ بوجھ آن گرا۔ کیا بنے گا اس بالکل لڑکی کا۔ گھر آئی تو خلاف معمول سورج گھر پہ تھا اور کمرے میں منہ سر لپیٹے پڑا تھا۔ سورج بھی نے اس کے سر سے چادر ہٹائی۔

"سورج۔۔۔۔۔ سورج" ماسٹر فی مان گئی ہے۔ وہ تجھ سے شادی کرنے پہ راضی ہے۔ اس کی بات پوری ہوتے ہی

ایلا، اور تھیں اس کے چہرے پہ ہڑا۔

"ساری تیز بھول گئی ہے کیا۔۔۔۔۔؟" سورج چیخا تو اسے یاد آیا کہ وہ خوشی میں سورج کے ساتھ بھاٹی لگنا بھول گئی تھی۔ اپنے گال پہ ہاتھ رکھے بڑی بڑی براؤن آنکھوں میں پانیوں کا سمندر لیے اس نے سورج کو دیکھا۔ سورج ان جھیلوں میں ڈوبنے لگا تھا کہ وہ تیزی سے کمرے سے نکل گئی اور اپنے کمرے میں آ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ آج پہلی بار اس کے دیوتا نے اس پہ ہاتھ اٹھایا تھا جس نے بھی پھولوں کی چھڑی سے بھی مارنے کا تصور نہیں کیا ہوگا۔ دیوتا پہ اسے الفت دیوتا والی تصویر یاد آ گئی۔ نہیں وہ میرا دیوتا نہیں ہے وہ تو فائزہ کا دیوتا ہے۔ پھر اس کے دل کی دنیا کیوں تہہ دبلا ہو گئی ہے۔ وہ کیوں بکھر رہی ہے۔ اگلے روز شنوبے نے اسے ایک عجیب بات بتائی۔

"پتہ ہے اماں کہہ رہی تھی بڑے ابا کو چوہدری لوگوں نے قتل کیا تھا؟" سورج بھی نے حیرت اور صدمے سے اسے دیکھا کتنی دیر وہ بولنے کے قابل نہ ہو سکی ذرا حواس بحال ہوئے تو کانچے لہجوں سے سوال کیا۔

"کیوں قتل کیا تھا؟" "تمہارے ابا کی بڑی اچھی اور زرخیز زمینیں چوہدری کی زمینوں سے ملی ہوئی تھیں۔ چوہدری تمہارے ابا سے یہ زمینیں منہ مانگے داموں خریدنا چاہتا تھا لیکن تمہارا ابا بڑا جی دار تھا اور پکا زمیندار بھی وہ اپنی زمینوں سے بڑی محبت کرتا تھا اس کے انکار پہ چوہدری نے اپنے لوگوں سے مل کر دیا۔ تمہارے ابا کو اپنے چھوٹے بھائی سے بہت محبت تھی تمہارے ابا کے مرنے پہ وہ بہت رونا تھا اور عید کا تھا کہ سورج بڑا ہو گا تو چوہدری کے بیٹے کو قتل کر کے اپنے چاچے کا بدلہ لے گا۔"

"نہیں۔۔۔۔۔" وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔ "سورج اپنی جان خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گی۔۔۔۔۔ مجھ سے سب کچھ اسی لیے چھپایا گیا۔ اماں کہتی تھیں ابا ہیضہ

ہو جانے سے مر گیا لیکن مجھے کسی نے کچھ نہیں بتایا۔" سورج شاید اسی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ شنوبے کو وہ بالکل خواب کی سی کیفیت میں ابھی لگ رہی تھی۔

"اماں کہتی ہے سورج بالکل اپنے چاچے پہ گیا تھا۔" شنوبے آہستہ سے بولی۔ لیکن وہ کہاں سن رہی تھی۔ شنوبے چلی بھی گئی تو وہ اسی طرح بیٹھی رہی۔ تاپا تاپی اور اماں میں سے کوئی گھر میں نہیں تھا کہ وہ کچھ پوچھ سکتی۔ اسی وقت سورج گھر میں داخل ہوا۔ سورج بھی کو یوں دنیا سے بے خبر دیکھ کر ادھر ہی آ گیا۔

"دیکھ سورج کبھی مجھے معاف کر دے میں شرمندہ ہوں تمہیں پھینک مارنے پہ۔" "کوئی بات نہیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔ "تیرے ہاتھ کا تھپڑ میرے لیے پھولوں سے کم نہیں۔"

"چاچا کی اور اماں کہاں ہیں؟" وہ اس کے جواب سے

جھنجھلا گیا۔ "شمار و خالہ کے ہاں گئی ہیں۔" "جل پھر میرے لیے کھانا لے آ۔" سورج بھی نے کھانا اس کے سامنے رکھا اور خود بھی بیٹھ گئی۔ اسے اتنا سنجیدہ اور افسردہ دیکھ کر سورج کو اب بھی ہنسنے کی ہمت نہ تھی۔

"آج مجھے پتہ چل گیا ہے کہ ابا اصل میں قتل ہوا تھا۔" چوہدری کے ہاتھوں۔" سورج کا ہاتھ وہیں رک گیا۔ اس نے کھیرا کر اسے دیکھا۔

"اور یہ بھی پتہ چلا ہے کہ تم بدلہ لینے کے لیے چوہدری کے بیٹے کو قتل کر دو گے۔" سورج ساکت بیٹھا رہا۔

"کیا یہ ٹھیک ہے؟" سورج خاموش تھا۔ "تم لوگوں نے اتنے سال مجھ سے سب چھپایا تو شاید ٹھیک کیا لیکن اب تم جو کرنے جا رہے ہو وہ ٹھیک نہیں ہے۔ وہ نہیں ہو سکتا۔"

"تو ان معاملات میں دخل نہ دے۔" "کیوں نہ دوں؟ کیا میرا اس گھر سے کوئی تعلق نہیں کیا قتل ہونے والا میرا ابا نہیں تھا؟ میں انہیں معاف کرتی ہوں بدلے کے لیے تیری جان خطرے میں نہیں

38 اکتوبر 2017ء

حجاب

9 حجاب

اکتوبر 2017ء

میں بالکل ہمت نہیں ہے کسی کو دیکھنے کی تمہاری اماں سب سے بڑھ کر غمناک حال ہو رہی ہیں تم ان سب کی مدد نہیں کرو گی سب کا دکھ نہیں بانٹو گی۔

”میں قبرستان جانا چاہتی ہوں شنو اور میں زندہ نہیں رہنا چاہتی۔“ وہ سپاٹ لہجے میں بولی تو شنو نے اسے پکڑ کر جھجھوڑ ڈالا۔

”تو اتنی خود غرض نہ بن سورج کبھی..... تجھے بس اپنے غم کی فکر ہے تانی اور تانے کا کوئی خیال نہیں..... ان کا جوان بیٹا مر گیا..... ان کی کوئی پروا نہیں..... تجھے انہیں کون دیکھے گا سورج کیا سوچے گا..... تو اتنی خود غرض ہو گئی ہے کہ اس کے ماں باپ کا کم بٹانے کے بجائے مرنا چاہتی ہے انہیں اور اپنی اماں کو ایک اور غم دینا چاہتی ہے اور پھر تو سورج کی قبر پر جا کر روئے گی تو اس کی روح کو کتنی تکلیف ہوگی تو اسے اب بھی تکلیف دینا چاہتی ہے۔“

شنو کی باتیں سن کر وہ ایک دم بیسے ہوئی میں آگئی۔ حقیقت کی دنیا میں پہنچ گئی۔ پھر شنو نے دیکھا وہ اپنا درد دل میں چھپائے کسی رو بوٹ کی طرح مصروف ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں وحشت کے سائے تھے لبوں پہ جلد چپ تھی۔ آنکھیں بالکل خشک اور ویران تھیں لیکن اب اس میں اتنی توانائی آ گئی تھی کہ وہ مسلسل مہمانوں کے لیے انتظامات کر رہی تھی۔ شنو کے ساتھ مل کر چار پائیاں بچھائیں ان پہ کھیں ڈالے کھانا گاؤں کے کئی گھروں سے بھجوا گیا تھا تانی اور تانے کو تو کچھ ہوش نہیں تھا اسی نے اماں کے ساتھ مل کر سب دیکھا تھا۔ اماں کا دکھ بھی بہت بڑا تھا لیکن تانی اور تانے کا تو وہ جگر کا ٹکڑا تھا۔ کھانے کا وقت آیا تو سب کو کھانا کھلایا رات تک لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ سورج کی خوبیاں اور نیکیاں یاد کرتے رہے۔ وہ جبر سے خود کو سنبھالنے لگی رہی۔

شنو اس کی شکل دیکھ کر کہہ کر آہیں بھرتی رہی آدھی رات تک زیادہ تر لوگ اگلے دن آنے کے لیے چلے گئے۔ شہر سے باہر سٹانے والے رشتے دار اپنی اپنی چار پائیوں پہ لیٹ کر باتیں کرنے لگے تھوڑی دیر میں سب سو گئے تو وہ

صحیح کے اسی کونے میں آ کر کھڑی ہو گئی جس طرف دور کہیں قبرستان تھا سینے سے ایک گہری سینہ چیر دیے والی آہ نکلی لیکن آنکھوں سے ایک آنسو نہ ٹپکا۔ شنو اس کے لیے بے انتہا فکر مند تھی۔ اس کے نہ رونے نے اس کے دل میں ہزاروں خدشات پیدا کر دیے تھے۔ وہ اس کے پیچھے چلی آئی اماں نے اسے آج رات سورج کبھی کے پاس رہنے کی تاکید کی تھی۔ شنو آئی تو وہ پتھر لیے چہرے کے ساتھ کھڑی تھی۔

”اگر تو بھی دو ڈال لکھائی تو اچھا تھا۔“ اس نے جھپکتے ہوئے کہا۔

”ایک دن نہیں کھاؤں گی تو مر نہیں جاؤں گی.....“ اس نے شنو کی طرف دیکھے بغیر کہا اور پھر دوبارہ بغیر پلٹے سخت آواز میں بولی۔ ”اب تو بھی جا کر آرام کر اپنے کھڑے سارے دن کی تھکی ہوئی ہے۔“

”تم بھی تو تھکی ہوئی ہو۔“

”میری فکر نہ کر میں تھیک ہوں اور اس وقت مجھے نہانی چاہیے۔“ اس کا لہجہ سپاٹ اور تھکسا نہ تھا۔ شنو انکار کی جرأت نہ کر سکی اور بادل ناخوستہ دروازے سے باہر نکل گئی۔ شنو کے جاتے ہی خود پہ لگائے گئے جبری پہرے نے ساتھ چھوڑ دیا۔ سارے بندوٹ گئے۔ آنسوؤں کا روکا ہوا سیلاب تمام حفاظتی پٹے توڑ کر بے دردی سے آنکھوں کے راستے باہر نکل آیا وہ بے آواز رونے لگی۔ ٹانگیں بری طرح کاٹنے لگیں۔ اس نے بمشکل درخت کے تنے کا سہارا لیا اور پتھر پہ بیٹھ گئی ضبط کا پارا نہر ہاتھوں میں منہ چھپا کر اس بے دردی سے روئی کہ کوئی بھی ہوتا سینہ شکن ہو جاتا..... درد میں کچھ تو کی آئی بے قراری اور بے چینی نے کوئی رستہ تو پایا۔

”ایک تکیہ سکتا ہے پلیز.....؟“ ایک مدھم سی آواز پہ اس نے بڑی مشکل سے اپنا بوجھل سر اٹھایا اور آنسوؤں سے دھندلائی آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش کی۔ اس وقت اس کے ہوش دھواں ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ وہ کچھ سمجھے بغیر اس شخص کی طرف دیکھتی رہی جس نے سوال کیا تھا۔

انہیں اس کے چہرے پہ یونہی جی تھیں۔ وحشت زدہ جگہ بدل لی۔

انہیں.....“ اس شخص نے اس کے چہرے کے لہجے میں کتنی اٹھی اندر سے تکیہ لائی اور اس کی چار پائی پر رکھ دیا۔

عادل بوجھل قدموں سے چار پائی تک آیا تو وہ مڑ کر پھر اسی کونے کی طرف جا چکی تھی۔ اس سے لاتعلقی اور بے نیاز جیسے اسے جانتی تک نہ ہو۔ عادل جو بے انتہا دھمی دل لیے ساری شام اسے رو بوٹ کی طرح کاموں میں مشغول دیکھتا رہا تھا ایک لمحہ کے لیے اس سے نظریں نہیں ہٹائی تھیں۔ بوجھل دل کے ساتھ چار پائی پر لیٹ گیا۔ لیکن نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اسے بچپن کے وہ معصوم اور خوب صورت دن یاد آ رہے تھے جب وہ گرمیوں کی چھٹیوں میں یہاں آنے کے لیے بیٹاب رہا کرتا تھا۔

اماں کو یہ پسند نہیں تھا لیکن بابا کی وجہ سے اجازت مل جاتی۔ وہ سورج سے پانچ سال چھوٹا تھا اور سورج کبھی سے پانچ سال بڑا تھا۔ ہوش سنبھالتے ہی اس کا معصوم دل سورج کبھی کے معصوم چہرے کو دل میں بسا بیٹھا تھا۔ وہ اسے بہت اچھی لگتی تھی اس کی ہر بات ماننا وہ اپنا فرض سمجھتا تھا اس کے ساتھ کھیلنا اس کی زندگی کا سب سے محبوب مشغلہ تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ گاؤں آسانی اسی کے لیے تھا تو غلط نہ ہوتا۔ سورج کی دوستی تو ایک بہانہ تھی۔ گاؤں سے واپس جاتا تو ہر وقت سورج کبھی کے بارے میں سوچتا رہتا۔ اس کی باتیں یاد کر کے لبوں پہ مسکراہٹ آ جاتی.....

وہ اسے دل و جان سے عزیز تھی۔ وہ ان دنوں سوچا کرتا تھا کہ وہ سورج کبھی کی خوشی کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے اپنی جان بھی دے سکتا ہے لیکن جوں جوں وہ بڑے ہو رہے تھے اس کے دل میں انجانے خدشات نے جنم لینا شروع کر دیا..... اور ایک دن اس پہ افشاد ہوا کہ سورج کبھی تو سورج کی دیوانی ہے عادل کی حیثیت محض ایک دوست کی ہے وہ چمکی بیٹا ہر دم اس سے سورج کی باتیں کرتی اس کا تو اوڑھنا بچھونا ہی سورج کی صحبت تھی سورج کو وہ دیوتا کا درجہ دیتی تھی بلکہ اس دیوتا کی پوجا کرتی تھی اسے اپنی زندگی

”چلو کوئی بات نہیں۔ بھول جائیں میں نے کوئی تقاضا کیا ہے۔“ وہ گڑ بڑا کر فوراً پلٹا۔

”عادل.....“ اتنی مدھم سی آواز تھی پھر بھی عادل سن کر بے اختیار پلٹا اور اس کے قریب آیا۔

”آپ نے مجھے پہچان لیا.....؟“ اس کی کشادہ آنکھوں میں حیرت تھی۔

”تم عادل ہو۔“ اس کی آنکھوں میں سوال تھا؟ پرانی دلی کیفیت ختم ہو گئی تھی۔ اس کی جگہ شناسائی نے لے لی تھی۔

”ہاں میں عادل ہوں۔ آپ کو یاد ہے میں آپ اور سورج اس صحن میں اکٹھے کھیلنا کرتے تھے؟“ سورج کے نام پہ سورج کبھی کا سارا جسم تن گیا۔ شناسائی نے سر دھری سے

بھیجتی تھی۔ اس کی باتیں کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں لاکھوں قدیلیں روشن ہوتیں اور چہرے پر مقدس روشنی پھیلی ہوتی..... عادل کا دل ٹوٹ گیا لیکن وہ سورج کبھی سے سچی محبت کرتا تھا اس کی خوشی عادل کی پہلی ترجیح تھی۔

وہ اس سے محبت نہیں کرتی تھی تو کیا ہوا وہ تو اس سے اب بھی محبت کرتا ہے اسی محبت اور سورج کبھی کی خوشی کی وجہ سے وہ اس سے دستبردار ہو گیا ان کے راستے سے ہٹ گیا۔ اس نے گاؤں آنا بھی بند کر دیا پھر پاپا نے اسے پڑھنے کے لیے باہر بھیجنا چاہا تو وہ خوشی سے چلا گیا۔ پورے پانچ سال بعد ڈگری لے کر واپس آیا ابھی چند ہی روز تو ہوئے تھے اسے واپس آئے ہوئے کہ اس نے یہ روح فرما خبر سنی تھی۔ پچھو کے غم نے اسے فکر مند کر دیا لیکن سورج کبھی کا سوچ کر اس کا دل کٹنے لگا۔ اس کا کیا حال ہوگا وہ تصور کر سکتا تھا اس کے دکھ کا سوچ کر وہ بے قرار ہو گیا وہ اڑ کر وہاں پہنچ جانا چاہتا تھا ماما نے اسے روکنا چاہا کہ دونوں چھوٹی بہنوں کے فاصلے پیچھے ہورہے تھے لیکن اس نے صاف کہہ دیا کہ وہ سورج کا دوست ہے اور آخری بار اس کو دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سورج کو تو وہ دیکھنا چاہتا تھا لیکن اصل میں اس کا دل سورج کبھی کے دکھ پہ کٹ رہا تھا۔ وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا اس کا درد باشتا چاہتا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا اس کے پارہ پارہ وجود کو اپنے بازوؤں میں چھپا کر سینے سے لگا لے..... اس کا ہر دکھ لے لے اور اپنی ہر خوشی اسے سونپ دے اور اس پیارے چہرے کو ایک بار پھر مسکراتا ہوا دیکھے جس نے اس کے دل کی دنیا میں روشنی کر رکھی تھی اس کے دل میں چار سو پھول کھلا رکھے تھے۔ یہی سوچتے ہوئے جانے کب نیند کی مہربان دیوی نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا..... دو گھنٹے کی بے چین نیند میں بھی وہ اس کے درد سے بے حال چہرے کو دیکھ کر پریشان ہوتا رہا۔ پھر اس کی آنکھ کھل گئی۔

عادل کی نظر بے اختیار اس کو نے کی طرف گئی لیکن سورج کبھی وہاں نہیں تھی وہ فوراً اٹھ کر باہر آیا وہ دیوار کے پاس ہی پتھر کے ساتھ سر لگائے سو رہی تھی..... نیند تو سولی پہ بھی

آ جاتی ہے اس کے گلاؤں پر نسو جے تھے گا یہ بگا ہے ایک سسکی آہ کی صورت میں لبوں سے نکل رہی تھی۔ عادل کے دل کو کچھ ہونے لگا۔ "کاش..... کاش وہ اپنا درد اسے دے دے"

ناشتہ بھی گاؤں کے کئی گھروں سے آ گیا تھا۔ سورج کبھی ششو کے ساتھ ل کر پرائیڈ کی چنگیریں اور سی کے بڑے بڑے گلاس سب کے آگے رکھ رہی تھی۔ عادل کی باری آئی اس نے پرائیڈ کی چنگیر تو لے لی لیکن سی واپس کر دی سورج کبھی تو آگے بڑھ گئی لیکن ششو وہیں رک گئی۔

"کی نہیں پیو گے؟"

"میں کی نہیں پیتا۔" وہ شائستگی سے مسکرایا۔

"شہری بابو ہونا چاہیے پیو گے؟"

"اگر مل جائے تو اچھا ہے ضروری نہیں۔"

"ہم گاؤں والے بہت مہمان نواز ہوتے ہیں بابو مہمانوں کی پسند کا خیال رکھتے ہیں۔" پھر وہیں سے آواز لگائی۔

"مائی زہرہ..... کچھ لوگوں کے لیے ہمارے گھر سے چائے لے آ اور ایک کٹوری میں اچار ڈال کر اس بابو کو دے جاؤ..... بے چارہ خالی پراٹھا کیسے کھائے گا۔"

سب کے سامنے ناشتہ رکھ کر سورج کبھی بڑ حال ہی اسی پتھر پر کر بیٹھ گئی اور کھتی کھتی کھروخت کے تنے کے ساتھ لگایا..... عادل کی نظریں اسی کے تعاقب میں تھیں۔ اس کا بچرا ہوا بے رنگ چہرہ اور متورم آنکھیں دیکھ کر دل کو کافی سرے سے چوٹ لگی۔ نوالہ حلق سے نیچے اتارنا مشکل ہو گیا۔ ششو نے اسے چائے دی تو پیالہ ہاتھ میں لیے وہ سورج کبھی کے پاس آیا آہٹ پہ اس نے خالی بے تاثر نظروں سے عادل کو دیکھا۔

"میں یہ چائے لایا ہوں آپ کے لیے۔" وہ کچھ جھل سا ہو کر بولا تو سورج کبھی نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ چائے کیوں اپنی تنہائی میں جو سورج کی سوچوں سے باہمی اس کی مداخلت اسے بری لگی تھی۔

"تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"تکلیف کیسی.....؟" اس نے جیسی مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔ "میں نے کون سا پہاڑ ہلائے ہیں اپنی جگہ سے۔ ششو نے مجھے دی تو سوچا مجھ سے زیادہ آپ کو ضرورت ہے اس کی۔" سورج کبھی بس ایک نظر اسے دیکھ کر رہ گئی۔ ہاتھ نہیں بڑھایا۔

"دیکھو..... غم اپنی جگہ اور کھانا پینا اپنی جگہ بلکہ غم سے رشتہ جوڑنے کے لیے بھی طاقت چاہیے ہوتی ہے..... نیم مردہ جسم بھلا کس غم کے کا طاقت کھانے پینے سے آتی ہے اس وقت میں تمہیں فی الحال کھانے کے لیے مجبور نہیں کروں گا..... بس یہ چائے پی لو جسم میں تھوڑی تو اتانی آ جائے گی۔" سورج کبھی اب بھی کچھ نہ بولی۔ لیکن آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ سر جھکا کر پتھر سے زمین کریدنے لگی۔

"کب سے بھوکى ہو؟" عادل نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یاد نہیں....." اس کے لب تھر تھرائے۔ عادل گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا اور چائے کی پیالی اس کے اس پتھر پر رکھ دی۔

"آپ شاید سمجھ رہی ہیں کہ میں بھوکا پیاسا رہ کر سورج سے وفاداری بجا رہی ہوں لیکن ایسا کچھ نہیں ہے سورج بے خبر سو رہا ہے اسے کچھ علم نہیں ہوگا کہ آپ نے بھوک ہڑتال کی ہوئی ہے ہاں اس کی روح آپ کی حالت سے ضرور بے چین ہوئی کیا آپ اس کی بے چینی کم نہیں کر سکتیں؟"

"تم..... تم غلط سمجھ رہے ہو مجھے بس بھوک نہیں ہے۔"

"کچھ کھا میں گی تو بھوک محسوس ہوگی اگر سورج کچھ سلکایا اس وقت آپ کو کچھ سلکا کہ آپ اس کی وجہ سے اتنا غم کر رہی ہیں اور فائدہ کب رہی ہیں تو اسے کتنی تکلیف ہوئی۔" سورج کبھی نے اسے دیکھا۔ چند لمحوں کے چہرے پہ جانے کیا تلاش کرتی رہی شاید سچائی خلوص یا دوستی اور پھر اپنا ہاتھ بڑھا کر چائے کی پیالی پکڑ لی اور گھونٹ

گھونٹ حلق سے اتارنے لگی۔ چائے ختم ہوئی تو پیالی اسے واپس کر دی۔

"تم ٹھیک کہہ رہے تھے..... میرے جسم میں جان ہی آ گئی ہے۔" عادل مسکراتا ہوا کچھ کہے بغیر پیالی لے کر چلا گیا سورج کبھی کی پرسوج نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا..... ایسے لگا جیسے ڈوبے ہوئے کو تنکے کا سہارا مل گیا ہو.....

اسے اپنی اور عادل کی بچپن کی دوستی یاد تھی اسے سورج کے بارے میں ڈھیروں باتیں کرنا یاد تھا۔

"آہ..... سورج....." اس کی آنکھوں کے پیالے پھر سے بھر گئے تھے ششو قریب آ گئی۔

"یہ کون ہے سورج کبھی؟" اسے تجسس ہوا۔

"عادل سورج کا کزن عادل..... شہر سے آیا ہے۔"

"اوہ تو یہ وہ عادل ہے..... بچپن میں تو کھڑوس سا ہوتا تھا..... اب تو گھبرو جوان بن گیا ہے۔"

"ہاں....." سورج کبھی بے خیالی میں بولی۔ "وقت بدلتا ہے تو سب بدل جاتا ہے۔ تو عادل کو چائے کی ایک اور پیالی دے نا اپنی چائے تو وہ مجھے دے گیا۔ شہری لوگوں کو چائے کی عادت ہوئی ہے اس کے بغیر ان کا دن ہی نہیں چڑھتا۔" ششو اٹھی تو وہ پھر بولی۔

"گھر مہمانوں سے بھر پڑا ہے ناشتے کے برتن سپینے ہیں بستر اٹھا کر چار پائیاں بھی کھڑی کرنی ہیں اور پھر دوپہر کے کھانے کا وقت ہو جاتا تھا۔ پورے تین دن اس طرح گزرتے تو تب سب مہمانوں نے بلنا تھا جانے کے لیے..... مفت کے کھانے کون چھوڑتا ہے بھلا۔"

تیسرے دن سب مہمان چلے گئے تھے۔ سب کے جانے سے ایک دم ہوا کا عالم چھا گیا..... سورج کبھی تو اس تنہائی سے خوش تھی اسے سورج کی یادوں کے ساتھ چرائیاں کرنا ہوتا تھا..... زندگی روکھی مچھلی کچھوے کی رفتار سے چل رہی تھی۔ درد کے سائے میں جکڑی ہوئی تانی اور تانیا ابھی تک کم مٹ تھے۔ تانی تو جیسے بستر سے لگ گئی تھیں تانیا بھی کھیتوں میں جانے کی ہمت نہ پاتا تھا اور سورج

تیسرے دن سب مہمان چلے گئے تھے۔ سب کے جانے سے ایک دم ہوا کا عالم چھا گیا..... سورج کبھی تو اس تنہائی سے خوش تھی اسے سورج کی یادوں کے ساتھ چرائیاں کرنا ہوتا تھا..... زندگی روکھی مچھلی کچھوے کی رفتار سے چل رہی تھی۔ درد کے سائے میں جکڑی ہوئی تانی اور تانیا ابھی تک کم مٹ تھے۔ تانی تو جیسے بستر سے لگ گئی تھیں تانیا بھی کھیتوں میں جانے کی ہمت نہ پاتا تھا اور سورج

تیسرے دن سب مہمان چلے گئے تھے۔ سب کے جانے سے ایک دم ہوا کا عالم چھا گیا..... سورج کبھی تو اس تنہائی سے خوش تھی اسے سورج کی یادوں کے ساتھ چرائیاں کرنا ہوتا تھا..... زندگی روکھی مچھلی کچھوے کی رفتار سے چل رہی تھی۔ درد کے سائے میں جکڑی ہوئی تانی اور تانیا ابھی تک کم مٹ تھے۔ تانی تو جیسے بستر سے لگ گئی تھیں تانیا بھی کھیتوں میں جانے کی ہمت نہ پاتا تھا اور سورج

تیسرے دن سب مہمان چلے گئے تھے۔ سب کے جانے سے ایک دم ہوا کا عالم چھا گیا..... سورج کبھی تو اس تنہائی سے خوش تھی اسے سورج کی یادوں کے ساتھ چرائیاں کرنا ہوتا تھا..... زندگی روکھی مچھلی کچھوے کی رفتار سے چل رہی تھی۔ درد کے سائے میں جکڑی ہوئی تانی اور تانیا ابھی تک کم مٹ تھے۔ تانی تو جیسے بستر سے لگ گئی تھیں تانیا بھی کھیتوں میں جانے کی ہمت نہ پاتا تھا اور سورج

تیسرے دن سب مہمان چلے گئے تھے۔ سب کے جانے سے ایک دم ہوا کا عالم چھا گیا..... سورج کبھی تو اس تنہائی سے خوش تھی اسے سورج کی یادوں کے ساتھ چرائیاں کرنا ہوتا تھا..... زندگی روکھی مچھلی کچھوے کی رفتار سے چل رہی تھی۔ درد کے سائے میں جکڑی ہوئی تانی اور تانیا ابھی تک کم مٹ تھے۔ تانی تو جیسے بستر سے لگ گئی تھیں تانیا بھی کھیتوں میں جانے کی ہمت نہ پاتا تھا اور سورج

تیسرے دن سب مہمان چلے گئے تھے۔ سب کے جانے سے ایک دم ہوا کا عالم چھا گیا..... سورج کبھی تو اس تنہائی سے خوش تھی اسے سورج کی یادوں کے ساتھ چرائیاں کرنا ہوتا تھا..... زندگی روکھی مچھلی کچھوے کی رفتار سے چل رہی تھی۔ درد کے سائے میں جکڑی ہوئی تانی اور تانیا ابھی تک کم مٹ تھے۔ تانی تو جیسے بستر سے لگ گئی تھیں تانیا بھی کھیتوں میں جانے کی ہمت نہ پاتا تھا اور سورج

تیسرے دن سب مہمان چلے گئے تھے۔ سب کے جانے سے ایک دم ہوا کا عالم چھا گیا..... سورج کبھی تو اس تنہائی سے خوش تھی اسے سورج کی یادوں کے ساتھ چرائیاں کرنا ہوتا تھا..... زندگی روکھی مچھلی کچھوے کی رفتار سے چل رہی تھی۔ درد کے سائے میں جکڑی ہوئی تانی اور تانیا ابھی تک کم مٹ تھے۔ تانی تو جیسے بستر سے لگ گئی تھیں تانیا بھی کھیتوں میں جانے کی ہمت نہ پاتا تھا اور سورج

تیسرے دن سب مہمان چلے گئے تھے۔ سب کے جانے سے ایک دم ہوا کا عالم چھا گیا..... سورج کبھی تو اس تنہائی سے خوش تھی اسے سورج کی یادوں کے ساتھ چرائیاں کرنا ہوتا تھا..... زندگی روکھی مچھلی کچھوے کی رفتار سے چل رہی تھی۔ درد کے سائے میں جکڑی ہوئی تانی اور تانیا ابھی تک کم مٹ تھے۔ تانی تو جیسے بستر سے لگ گئی تھیں تانیا بھی کھیتوں میں جانے کی ہمت نہ پاتا تھا اور سورج

تیسرے دن سب مہمان چلے گئے تھے۔ سب کے جانے سے ایک دم ہوا کا عالم چھا گیا..... سورج کبھی تو اس تنہائی سے خوش تھی اسے سورج کی یادوں کے ساتھ چرائیاں کرنا ہوتا تھا..... زندگی روکھی مچھلی کچھوے کی رفتار سے چل رہی تھی۔ درد کے سائے میں جکڑی ہوئی تانی اور تانیا ابھی تک کم مٹ تھے۔ تانی تو جیسے بستر سے لگ گئی تھیں تانیا بھی کھیتوں میں جانے کی ہمت نہ پاتا تھا اور سورج

تیسرے دن سب مہمان چلے گئے تھے۔ سب کے جانے سے ایک دم ہوا کا عالم چھا گیا..... سورج کبھی تو اس تنہائی سے خوش تھی اسے سورج کی یادوں کے ساتھ چرائیاں کرنا ہوتا تھا..... زندگی روکھی مچھلی کچھوے کی رفتار سے چل رہی تھی۔ درد کے سائے میں جکڑی ہوئی تانی اور تانیا ابھی تک کم مٹ تھے۔ تانی تو جیسے بستر سے لگ گئی تھیں تانیا بھی کھیتوں میں جانے کی ہمت نہ پاتا تھا اور سورج

تیسرے دن سب مہمان چلے گئے تھے۔ سب کے جانے سے ایک دم ہوا کا عالم چھا گیا..... سورج کبھی تو اس تنہائی سے خوش تھی اسے سورج کی یادوں کے ساتھ چرائیاں کرنا ہوتا تھا..... زندگی روکھی مچھلی کچھوے کی رفتار سے چل رہی تھی۔ درد کے سائے میں جکڑی ہوئی تانی اور تانیا ابھی تک کم مٹ تھے۔ تانی تو جیسے بستر سے لگ گئی تھیں تانیا بھی کھیتوں میں جانے کی ہمت نہ پاتا تھا اور سورج

تیسرے دن سب مہمان چلے گئے تھے۔ سب کے جانے سے ایک دم ہوا کا عالم چھا گیا..... سورج کبھی تو اس تنہائی سے خوش تھی اسے سورج کی یادوں کے ساتھ چرائیاں کرنا ہوتا تھا..... زندگی روکھی مچھلی کچھوے کی رفتار سے چل رہی تھی۔ درد کے سائے میں جکڑی ہوئی تانی اور تانیا ابھی تک کم مٹ تھے۔ تانی تو جیسے بستر سے لگ گئی تھیں تانیا بھی کھیتوں میں جانے کی ہمت نہ پاتا تھا اور سورج

کبھی ہی سب کا خیال رکھتے شتو بھی اکثر وہیں وقت گزارتی، سورج کی موت کے تیسرے دن باسٹری فائزر بھی آئی اس کے ہاتھ میں وہی تصویر تھی اس نے وہ سورج کبھی کے ہاتھ میں دے دی۔

”یہ آپ تم رکھ لو..... میرے کس کام کی..... سورج تو چلا گیا اسے گھر میں کہیں سجاد یا تمہارا دل بہلائے گی۔“ سورج کبھی تصویر ہاتھوں میں لیے کتنی دیر گم صدمہ دیکھتی رہی پھر اس کے نیچے لکھے الفاظ ”الفت دیوتا“ پہ زری سے انگلیاں پھیرتی رہی آنکھوں سے بے شمار آنسو نکلے کچھ اس کے گالوں سے ڈھلک کر تصویر پہ بھی گرے..... جیسے اسے خراج عقیدت پیش کر رہے ہوں..... تصویر وہ گھر میں کہیں نہیں سجا سکتی تھی..... تاپا تانی روزانہ دیکھتے تو شاید کبھی نہ سنبھل سکتے جیسے اپنی الماری میں چھپا دی۔

تانی اور تاپا تو سورج کبھی کو دیکھ کر ہی آبدیدہ ہو جاتے تھے ان کے لیے تو وہ سورج کی دہن تھی اسے دیکھ کر دل سے آہیں نکلتیں اس گھر کے ہر فرد نے برسوں پہ خواب دیکھا تھا لیکن تعبیر کا وقت آیا تو سب کچھ حل کر رکھا ہو گیا درمیان میں ایک دوبار عادل آیا..... لیکن چند گھنٹوں کے بعد واپس چلا گیا اسے اپنا نیا آفس سیٹ کرنا تھا اپنے خاندانی کاروبار کو نئے انداز سے نئی روح کے ساتھ شروع کرنا تھا وہ بے حد مصروف تھا پھر بھی چکر لگا لیتا۔ سورج کبھی دن رات تانی تاپے اور اماں کی خدمت کرتی خوراک برائے نام ہوئی تھی صحت بھی اسی وجہ سے خراب ہو رہی تھی شتو اسے لاکھ بہلانے کی کوشش کرتی اسے کھانے پہ مجبور کرنا چاہتی لیکن اس کے حلق سے نوالہ اترتا ہی نہیں تھا..... بس اتنا کھا لیتی جو زندہ رہنے کے لیے کافی تھا آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے۔ گالوں کے پھول مرجھا گئے آنکھوں میں دیرینا سست آئیں۔ شتو نے مشورہ دیا کہ مصروف رہنے کے لیے ایف اے کے امتحان کی تیاری کر لے تاکہ ذرا وہیانا بنے۔

”اب کس لیے پڑھوں شتو جسے شوق تھا مجھے پڑھانے کا وہی نہیں رہا تو کیا کروں گی پڑھ کر“ پھر بھی شتو کے

چلے جانے کے بعد جانے کس جذبے کے تحت اس نے سورج کے سامان سے ایف اے کی کتابیں نکالیں اور کتنی دیر انہیں دیکھتی رہی پھر جانے کیا سوچ کر انہیں جھاڑ پونچھ کر اپنے کمرے میں رکھ لیں۔

دو چمکدار سیاہ جوتے اس کے عین سامنے رکے تو بے ساختہ اوپر دیکھا۔ وہ عادل تھا۔ اتنی لمبی روکھی چمکی سیاہ رات کے بعد عادل کا روشن چہرہ دیکھ کر سورج کبھی کے چہرے پہ رونق سی آ گئی۔ جبکہ آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ وہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔

”تم کب آئے؟“ عادل نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بازو سینے پہ لپیٹے سنجیدگی اور شکاقتی انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ یہ وہ سورج کبھی تو نہیں تھی جو اس کی روح میں بسی تھی۔ یہ تو ایک سایہ تھا۔

”یہ کیا حالت بنائی ہے آپ نے؟“ ”کیوں کیا ہوا؟“ اس کی نظریں جھک گئیں۔ ”کبھی آئینہ دیکھا ہے؟“ وہ ابھی تک سنجیدہ اور ناراض تھا۔

”آئینہ دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہی چہرہ ہے وہی میں ہوں“ کچھ نیا تو نہیں۔ ”اگر دیکھا ہوتا تو کچھ نیا نظر آتا نا..... اور وہ بھی نظر آتا جو پہلے تھا اور اب نہیں ہے۔“

”کیا نہیں ہے اب؟“ وہ اس کا مطلب نہ سمجھ سکی۔ ”آنکھوں میں وہ چمک اور زندگی نہیں ہے۔ گالوں پہ وہ گلاب نہیں ہیں ہونٹوں پہ وہ مسکراہٹ نہیں ہے کافی ہے یا کچھ اور بتاؤں؟“ سورج کبھی کے سینے سے ایک آہ سی نکلی اور وہ عادل اس کے سامنے بڑی مشکل سے درخت کا سہارا لے کر بیٹھا۔

”دیکھو سورج کبھی..... زندگی اللہ کی طرف سے انسان کے لیے ایک بہت خوب صورت تحفہ ہے ایک قیمتی انعام ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کی قدر کریں اس کی حفاظت کریں۔ ایک شخص کے لیے جو اب اس دنیا میں نہیں رہا اس کے لیے خود کو سزا نہیں دے سکتیں آپ کو اپنے لیے

زندہ رہنا ہے آپ کی ذات اہم ہے بہت سے لوگوں کے لیے بھی مجھے بہت افسوس ہے کہ آپ نے اپنے فرض سے غفلت برتی اس پر آپ اللہ کو کیا جواب دیں گی ذرا اپنے چہرے کو دیکھیں ان سیاہ حلقوں کی طرف دیکھیں ان دیران آنکھوں کو دیکھیں آپ بہت نا انصافی کر رہی ہیں اپنے ساتھ۔“ سورج کبھی نے حیرت سے اپنی براؤن آنکھیں جھاڑ کر اسے دیکھا۔

”میں اصل میں بہت مصروف ہو گیا تھا۔ اس لیے زیادہ چکر نہیں لگا سکا اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ خود سے یہ سلوک کریں گی تو میں سب کچھ چھوڑ کر آ جاتا۔ برنس کی مجھے کوئی پروا نہیں لیکن آپ خود کو اس حال تک پہنچا لیں یہ قطعاً میری برداشت سے باہر ہے؟“ وہ پورے غصے سے اس سے خفا ہوا رہا تھا۔ پورے استحقاق سے ناراض تھا۔

سورج کبھی سوچ رہی تھی بھلا اسے کیا فرق پڑتا ہے..... وہ کس حق سے اتنا ڈانٹ رہا ہے اسے کیا میں مردوں یا چھوٹوں..... وہ دھیرے سے کھڑی ہوئی۔ ”تم اتنے غصے میں کیوں ہو تمہیں میری زندگی میں اتنا دخل دینے کا حق کس نے دیا میں کچھ کھاؤں یا نہ کھاؤں مردوں یا چھوٹوں تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟“ عادل ایک دم بیک آؤٹ ہوا۔

”معاف کرنا..... میں شاید کچھ زیادہ کہہ گیا۔ لیکن یہ آپ نے کیوں کہا کہ مجھے فرق نہیں پڑتا چاہے میری اور آپ کی بچپن کی دوستی ہے..... ہے یا نہیں؟“ ”ہونہر دوستی ہے اگر اتنی ہی دوستی تھی تو اتنے برس کہاں غائب رہنے دوستوں کو یوں چھوڑ کر تو نہیں جاتے۔“ ”اوہ.....“ عادل حلق اٹھا۔ ”تو آپ میرے اتنا لمبا عرصہ غائب رہنے پہ ناراض ہیں؟“

”یہ بات نہیں.....“ وہ شرمندہ ہوئی۔ ”میں نے تو یونہی غصے میں کہہ دیا۔ ظاہر ہے تم نے پڑھنے کے لیے جانا ہی تھا۔ میں کون ہوئی ہوں ناراض ہونے والی۔“ عادل جواب میں جانے کیا کچھ کہہ دینا چاہتا تھا شاید دل کے سارے راز کھول دینا چاہتا تھا لیکن بڑی مشکل سے صرف

اتنا کہہ سکا۔ ”میری دوست..... میری بچپن کی دوست کو حق ہے ناراض ہونے کا۔“ سورج کبھی خاموش رہی تو عادل دوبارہ بولا۔

”یوں بھی میں نے سورج سے وعدہ کیا تھا کہ اگر آپ کو کبھی میری ضرورت پڑی تو آپ کی مدد کروں گا۔ اب سورج اس دنیا میں نہیں رہا لیکن اس کی خواہش تو ہوگی کہ آپ اس کے لیے خود کو غم کے سمندر میں نہ ڈوبے دیں زندگی کی خوبصورتیوں سے منہ نہ موڑیں۔ کسی بھی طرح سبھی خوش رہیں تو میں سورج کی مدد کر رہا ہوں اس کے لیے مجھے آپ کو زندگی کی طرف لوٹانا ہے۔ پھر سے جینا سکھانا ہے نیا ایک سورج پہ ختم نہیں ہو جاتی۔“ ”مجھے زندگی کی کوئی ضرورت نہیں میں تو صرف اماں تانی اور تاپے کی خاطر زندہ ہوں۔“

”تم شاید اسے زندگی کہتی ہو میں تو نہیں کہہ سکتا یہ مرنے سے بدتر ہے..... دیکھو سورج کبھی..... ماپوئی گناہ ہے اور زندگی بے حد خوب صورت وہ خوب صورت بھی ہو سکتی ہے اگر ہم اسے خوب صورت بنائیں یہ بھول جتنو ستارے چاند یہ لہلہاتے سرسبز کھیت جن کی خوشبو دور تک پھیلی ہے یہ دریا نہریں یہ کنوؤں سے نکل کر تالابوں میں گرتا ٹھنڈا ٹھنڈا پانی آسمان سے برستے بارش کے قطرے یہ سب خوبصورتیاں اور نعمتیں ہیں اللہ کی ہیں ان چیزوں سے مزہ لینا ہی اصل میں زندگی ہے آنکھیں کھولو اور اپنے چاروں طرف دیکھو خود کو زندگی کے حسن کے حوالے کر دو پھر دیکھنا آپ کیسے ہلکی پھلکی ہو جاتی ہیں دل میں آس وامید کی کوئی بھی سی کوئل پھونکنے تو دیں پھر دیکھیں وہ کیسے تازہ و رخت بنتی ہے۔“

”میرے لیے تو یہ سب خوب صورت چیزیں سورج کے ساتھ ہی ختم ہو گئیں.....“ اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔ ”کسی کے جانے سے زندگی ختم نہیں ہوتی۔“ وہ بے حد زری سے بولا۔ اس کی نرم آواز چادو کھٹکھی کی کوئی بات تھی

اس آواز میں جوشخوں پہ مرہم کی طرح لگتی تھی۔
 ”سورج چلا گیا..... اس کی وفات ہوئی، مگر آپ تو زندہ ہیں ناں دل میں انگلیں ہیں آرزوئیں ہیں جب تک انسان کے جسم میں زندگی ہوتی ہے انگلیں قائم رہتی ہیں ان انگلیوں کے سہارے زندہ رہنا آسان ہو جاتا ہے کیا ہوا جو آپ کے خواب ٹوٹ گئے آپ اپنے لیے نئے خواب پیدا کر لیں، انگلیں مر گئیں تو کیا ہوائی انگلیوں کو دل میں جگہ دیں، دل کو خالی نہیں رکھا جاسکتا اللہ نے جوش زندگی ہمارے لیے لکھ دی ہے، ہمیں لازمی جینے ہے چاہے مدد کر گزاریں چاہے ہنس کر، پھر ہم رورور زندگی کو اپنے لیے مصیبت کیوں بنائیں جانے والے چلے جاتے ہیں لیکن پیچھے رہنے والے تو نہیں مرتے پھر وہ وقت سے پہلے خود کو مردہ کیوں تصور کریں خود کو جیتے جی مار لینا گناہ ہے اسلام میں صرف تین دن تک سوگ منانے کی اجازت ہے۔“
 جانے کیا سوچ کر سورج کبھی کا سر جھک گیا عادل اس جھکے سر کو دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہوا۔
 ”اچھی ہے یامیری میری زندگی ہے میرا جودل چاہے گا کروں گی تمہیں اس سے کیا؟“
 ”میں دوست ہوں آپ کا..... مجھے بہت فکر ہے آپ کی اب جلدی سے جانے چلاؤں اور کھانا بھی کھاؤں گا وہ بھی آپ کے ہاتھ کا۔“ سورج کبھی نے گھور کر اسے دیکھا اور جانے بنانے چل دی۔
 ”آپ کو چاہیے خود کو کسی کام میں مصروف کر لیں تاکہ ہر وقت یادیں تنگ نہ کریں۔“
 ”تو تم چاہتے ہو میں سورج کو بھلا دوں؟“
 ”میں نے ایسا تو نہیں کہا۔“ وہ جلدی سے بولا۔
 ”ویسے ان یادوں کو بھول جانا ہی اچھا ہوتا ہے جو دکھ کا باعث ہوں اور زندگی کو ایک مرکز پر کھینچ کر آگے لے لیں۔“
 ”میں سورج کو نہیں بھول سکتی۔“ سورج کبھی کا لہجہ مضبوط تھا۔
 ”بھولومت، لیکن اس یاد کو زندگی کا اوڑھنا پھونامنت بناؤ۔“ وہ بھی مضبوطی سے بولا۔

”کیا مطلب..... تم بہت مشکل زبان بولتے ہو۔“
 ”میری مشکل زبان سمجھنے کے لیے آپ کو مزید پڑھنے کی ضرورت ہے۔“ وہ مطلب پر آ گیا۔ ایک لمحہ کو وہ خاموش رہی۔
 ”سورج کی بھی یہی خواہش تھی۔“
 ”چلو تو ایسا کریں اس کی یاد میں خود کو برباد کرنے کی بجائے اس کی خواہش ہی پوری کر دیں اس طرح آپ کا بھی کچھ فائدہ ہو جائے گا۔“
 ”وہ کیسے.....؟“
 ”میں چاہتا ہوں آپ خود کو زیادہ اہمیت دیں کیونکہ سورج محض ایک یاد ہے اور آپ ایک جیتی جاتی خوب صورت زندگی سے بھر پور لڑکی ہیں۔ اگر آپ خود پہ توجہ نہیں دیں گی تو اپنی زندگی کو کیسے سنواریں گی اتنی ہی پہاڑ سی زندگی کسی یاد کے سہارے نہیں گزار دی جاسکتی۔ وہ سوچوں میں گم۔ شاید عادل نے اسے سوچنے کے لیے ایک نیا پہلو عطا کیا تھا۔
 ”لیجئے پھر پوڈاب مجھے مزید اسی چائے بھی چاہیے اور اپنی پسند کا کھانا بھی۔“
 ”ضرور پڑ..... آج تائی بہت دنوں بعد افسردگی کے خول سے باہر نکلی تھیں۔“ تم بیٹھ جاؤ اس موڑھے پہ میں خود ہمارے لیے کھانا پکاؤں گی۔“
 ”نہیں پھر پوڈا کھانا تو میں سورج کبھی کے ہاتھ کا کھاؤں گا سنا ہے بہت مزیدار کھانا پکاتی ہے ذرا میں بھی تو ٹیسٹ کروں بات ٹھیک ہے یا بس یونہی چرچے ہیں۔“
 سورج کبھی نے غصے سے گھور کر اسے دیکھا اور چائے پکانے چلی گئی عادل مسکرا دیا یہ تو وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے خول سے باہر نکلے تھوڑی دیر میں وہ چائے کا کپ لیے آئی تو تائی بسکٹ منگوا چکی تھیں اماں بھی باہر آ گئیں وہ چائے رکھ کر جانے لگی تو بول اٹھا۔
 ”آپ کہاں جا رہی ہیں؟“
 ”میں نہیں ہی ہوں تم چائے پیو۔“
 ”اکیلے ہی..... مجھے اکیلے چائے پینا بالکل پسند نہیں

آپ کو ساتھ دینا ہوگا۔“
 ”لیکن..... میں تو۔“
 ”لیکن دیکھیں کچھ نہیں آپ کو دیکھ کر لگ رہا ہے اس چائے اور بسکٹ کی مجھ سے زیادہ آپ کو ضرورت ہے۔ کیوں خالہ پاس سے فائدہ کیوں کر دے رہی ہیں۔“
 ”دیکھو مجھے مجبور نہ کرو میرا دل کچھ بھی کھانے کو نہیں چاہ رہا۔“
 ”تو پھر یہ سب لے جائیں اور پانی میں بہا دیں میں نہیں پیوؤں گا۔“ سورج کبھی نے بے بسی سے اسے دیکھا اور مجبوراً اپنی چائے بھی لے لی۔ وہ فائنڈا نماز میں مسکرایا تو وہ جل ہی تو گئی۔ پھر اسے بسکٹ بھی کھانے پڑے اور چائے بھی پینا پڑی۔ چائے پینے کے بعد وہ بولا۔
 ”پھر آج کیا کھلا رہی ہیں؟“ وہ چپ رہی۔ اس سے تھوڑی ناراض جوتھی۔ وہ جب سے آیا تھا اس کے ساتھ زبردستی کر رہا تھا اس کی تنہائی میں غل ہو رہا تھا۔
 ”اچھا یہ بتائیں سورج کو کیا پسند تھا؟“ سورج کبھی نے چونک کر اسے دیکھا۔ رنگ ایک دم اڑا تھا۔
 ”تو آپ کو پتہ ہی نہیں سورج کو کھانے میں کیا پسند تھا۔“ اسے خاموش دیکھ کر اس نے بغور اسے دیکھا۔
 ”کیوں نہیں پتہ۔“ وہ تنگ کر بولی۔
 ”پھر بتائیں ناں.....“ وہ شرارت سے مسکرایا۔
 ”سورج کو قیہ مر پسند تھا“ کونٹے بھی شوق سے کھانا تھا۔
 ”واہ کیا حسین اتفاق ہے۔“ وہ خوش دلی سے مسکرایا۔
 ”مجھے بھی یہ دونوں چیزیں بہت پسند ہیں۔ اگر آپ کچھ نہ بتائیں تو میں بھی فراموش کرنے والا تھا۔ بس تو پھر ملے ہے ناں یہی دونوں چیزیں ہمیں گی اور ہم سورج کے ساتھ مل کر کھائیں گے۔“
 ”سورج کے ساتھ.....“ اس کا رنگ فق ہوا۔
 ”بھئی جب ہم سورج کی اور میری پسندیدہ ڈشز کھاتے ہوئے اس کی باتیں کریں گے تو مجھ کو وہ بھی کھانے میں شامل ہونا؟“ عادل نے اس کی آنکھوں

میں دیکھا سورج کبھی بے اختیار مسکرا اٹھی اور عادل کو اپنی محنت وصول ہوئی۔
 عادل فوراً قیہ لے آیا اس نے فوراً ہاڑی چڑھائی تائی تھک گئی تھیں اماں انہیں سہارا دے کر اندر لے گئیں۔ سورج کے بعد وہ بے حد کمزور ہو گئی تھیں۔ سورج کبھی نے جلدی جلدی سب کام نمٹائے اور پھر جانے کیا سوچ کر اندر سے سورج کی کتابیں نکال لائی اور عادل کے سامنے رکھ دیں۔
 ”یہ کیا ہے؟“
 ”یہ سورج کی کتابیں ہیں..... ایف اسے کی..... ابھی کچھ دن پہلے ہی نکالی تھیں۔“
 ”تو آپ کا ارادہ تھا کہ پڑھنے کا.....؟“
 ”پتہ نہیں.....“ وہ کنفیوز تھی۔ ”ابھی میں نے فیصلہ نہیں کیا۔“
 ”ان شاء اللہ آپ سب کر لیں گی مجھے پورا یقین ہے۔“ وہ مضبوط لہجے میں بولا اور پھر یونہی سرسری انداز میں کتابوں کو اٹھا کر دیکھنے لگا۔ بھی سورج کی وہ تصویر گر پڑی جو فائزہ نے وہاں کی تھی عادل نے جھک کر تصویر اٹھائی۔ عادل نے غور سے تصویر کو دیکھا اور پھر اس کے نیچے لکھی تحریر کو دھیر سے سے دھرایا۔
 ”الفت دیوتا.....“ ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے کا رنگ بدلا..... بلکہ سورج کبھی کو یوں لگا جیسے سارے رنگ اس چہرے سے رخصت ہو گئے ہوں..... آنکھوں کی خوب صورت جوت ماند پڑ گئی ہو..... اس نے جلدی سے کتابیں اکٹھی کیں اور اندر جانے لگی۔
 ”اپنی تصویر تو جیتی جاگتی.....“ عادل مدھم بخندہ آواز میں بولا سورج کبھی نے غور سے اسے دیکھا اور تصویر تمام لی پھر کتابیں وہیں رکھ کر بیٹھ گئی اور تصویر کو غور سے دیکھنے لگی عادل نے بے چینی سے پہلو بدلا۔
 ”نہیں پتہ ہے یہ تصویر مجھے کس نے دی؟“
 ”یہ کون سا مشکل سوال ہے۔“ عادل کی آواز پھینکی تھی۔

”میں تو نہیں ہے لیکن تم قیامت تک اس کا صحیح جواب نہیں دے سکتے۔“ عادل نے چونک کر اسے دیکھا۔

”تو کیا سورج نے نہیں دی؟“

”نہیں یہ اسکول کی ماسٹر نے مجھے دی تھی اور نیچے یہ الفت دیتا بھی اسی نے لکھا ہے۔“ عادل ہکا بکا اسے دیکھ رہا تھا۔

PkPdf.Blogspot.Com

”وہ کہتی تھی سورج کا دیوتا ایلو ہوتا ہے، ایلو بہت خوب صورت تھا لیکن میں سورج کو الفت دیتا کا نام دوں گی کیونکہ وہ سورج سے محبت کرتی تھی۔“ عادل ساکت بیٹھا یہ انکشافات سن رہا تھا۔

”تمہیں پتہ ہے سورج ماسٹر نے شادی کرنا چاہتا تھا اسی وجہ سے آخری دنوں میں تانے کی اس کے ساتھ ان بن چل رہی تھی؟“

”اور آپ..... آپ کو تو بہت دکھ ہوا ہوگا؟“

”نہیں تو..... مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا مجھے تو بس اس بات سے فرق پڑتا تھا کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ وہ کسی سے بھی شادی کرنے لیکن میرے دل میں جو محبت تھی وہ تو کوئی نہیں چھین سکتا تھا۔“ عادل حیرت زدہ اس کی باتیں سن رہا تھا اور اسے سورج کبھی کسی وفا کی دیوی کی مانند لگ رہی تھی۔

”پھر ماسٹر نے تصویر کیوں واپس کی؟“

”یہ نہیں.....“ سورج کبھی نے شانے اچکائے۔

”کہتی تھی اب اسے اس کی ضرورت نہیں رہی۔“ وہ کتاہیں اور تصویر اندر لے گئی کھانا تیار ہو چکا تھا۔ سب نے مل کر کھایا لیکن عادل نے جو سورج کی باتیں کرنے کا پروگرام بنایا تھا وہ بیچ میں ہی رہ گیا۔ وہ اور سورج کبھی اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔ عادل تو دم بخود تھا آخر سورج کو ماسٹر نے کیسے محبت ہوئی اس نے سورج کبھی کے ساتھ

ایسا کیوں کیا..... ان دنوں کی شادی تو بچپن سے طے تھی اور یہ دنوں کو معلوم تھا۔ اگر سورج کبھی سورج کی دیوانی تھی تو سورج بھی اسے عزیز رکھتا تھا۔ پھر بیچ میں ایسا کیا ہوا کہ اسے سورج کبھی کا دل توڑنا پڑا لیکن سورج کبھی کا دل تب

تو سلامت ہی رہا تھا توڑا تو اسے سورج کی موت نے تھا کبھی نہ کہیں کوئی ایسی کڑی ہے جو بیچ میں سے غائب ہے پزل کا کوئی ایسا ٹکڑا ہے جو کہیں گم ہو گیا ہے۔ کھانے کے بعد وہ دونوں بیٹھے تھے کہ چاک کا عادل نے سوال کیا۔

”ایک بات پوچھوں؟“

”سو پوچھو۔“

”تم مجھے آپ کیوں کہتے ہو؟ حالانکہ تم سے پوری پانچ سال چھوٹی ہوں۔“ عادل بھر پور طریقے سے مسکرایا۔

”ایک بات میں بھی پوچھوں؟“

”ہاں۔“

”آپ مجھے ہر وقت تم کیوں کہتی ہیں حالانکہ میں پورے پانچ سال بڑا ہوں۔“ سورج کبھی ٹھٹھکا کر نہیں دی۔ عادل نے گھوم کر حیرت سے اسے دیکھا آج وہ پہلی بار کھل کر مسکرائی تھی۔ اس کی آنکھیں بھی نہیں رہی تھیں۔

ہونٹ بھی مسکرا رہے تھے۔

”اصل میں گاؤں میں تو ایسے ہی بولتے ہیں سب اس لیے میں بھی تم کہہ لیتی ہوں۔ میں نے تو کبھی غور ہی نہیں کیا سورج کو بھی تم ہی کہتی تھی حالانکہ وہ دس سال بڑا تھا۔“

”تو اب غور کر لو.....“ وہ ملاحظہ ہوا اور دھچکی سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ جھینپ گئی۔

”پلو ایک ذیل کرتے ہیں۔ تم مجھے آپ کہا کرو اور میں تمہیں تم کہوں گا کیا خیال ہے؟“

”خیال تو ٹھیک ہے لیکن ذرا وقت لگے گا میری تو عادت بہت بگڑی ہے۔“

”لیکن میں بہت سانی سے کہہ لوں گا تمہیں تم کہنے سے زیادہ اپنائیت کا احساس ہوتا ہے۔“

”آپ.....“ وہ کوشش کر کے مسکرائی۔ ”واپس کب جا رہے ہیں؟“

”کیوں بڑی جلدی ہے مجھے واپس بھیجنے کی؟“ وہ بے ساختہ بولا تو وہ دھڑکنے لگا۔

”میری موجودگی تمہیں پسند نہیں۔“

”پسند ہے بہت پسند ہے۔ دل بہلا رہتا ہے وقت

بلدی کٹ جاتا ہے۔“ وہ سادگی سے مسکرائی۔ ”میں تو بونہی بات کرنے کی غرض سے کہہ رہی تھی۔“

”کوئی اور موضوع نہیں رہا تمہارے پاس..... میں تو مجھ رہا تھا سورج کی باتوں کا نہ ختم ہونے والا ذخیرہ ہے تمہارے پاس۔“

”ہاں میں بھی یہی سمجھتی تھی لیکن سارے ذخیرے آخر کبھی نہ بھی تو ختم ہو جاتے ہیں اگر ان میں کچھ نیا نہ آلا جائے اور سورج کی یادوں کا تو بس اتنا ہی ذخیرہ ہے جتنی اس کی زندگی تھی بار بار ایک ہی بات دہرانے سے کیا فائدہ؟“ وہ افسردہ ہوئی۔

عادل سانس روکے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اپنی مصوویت اور سادگی میں سورج کی باتیں کر رہی تھی..... لگتی دیر وہ ساکت کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

”آپ اتنے خاموش کیوں ہیں۔“ وہ رہ نہ سکی۔

”وہ میں کچھ سوچ رہا تھا۔“

”کیا سوچ رہے تھے؟“

”یہی کہ تم مجھے جب کہو میں بہت خوشی سے آیا کروں گا۔“ سورج کبھی نے جھجک کر اسے دیکھا۔

”سورج بہت اچھا انسان تھا۔ دنیا میں اور بھی اچھے انسان ہوں گے اس سے اچھے نہ سنی اس جیسے تو ہوں گے ہو سکتا ہے اللہ نے تمہارے زندگی میں کوئی اور اچھا انسان لکھا ہو۔“ سورج کبھی بالکل خاموش اسے دیکھتی رہی تھی۔

”تم کیا جانو..... اللہ نے تمہاری قسمت میں کسے لکھا ہے..... کیونکہ جوڑیاں تو اوپر والا بناتا ہے ہمیں اس کی باتیں۔“

”لیک کہنا ہوتا ہے اتنا کوئی ہوتا ہے۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو..... میرا مطلب ہے آپ.....“

”ہاں ابھی میرا دل نہیں مانتا۔ میرا دل ایسی کوئی بات ماننا نہیں چاہتا۔“

”مجھے لگتا ہے ایسا سوچوں گی تو بے وفائی ہوگی۔“

”بے وفائی تو اس نے تمہارے ساتھ..... ماسٹر نے بے وفائی کر کے۔“

”اس نے تو کیا میں بھی وہی کروں؟“

”ٹھیک ہے ابھی مت سوچو اس بارے میں لیکن آگے پڑھائی کے بارے میں تو سوچو۔“ سورج کبھی خاموش رہی۔

”تمہارے پاس جو کتابیں ہیں انہیں پڑھا کرو.....“

چھ ماہ بعد الفی اے کے امتحان ہونے والے ہیں وہ تم پرانیوٹ دے لینا اس کے بعد میں شہر کے کالج میں تمہارا بی اے میں ایڈمیشن کروادوں گا۔“

”شہر.....!“ وہ حیرت زدہ کھڑی ہو گئی..... ”آپ کا مطلب ہے میں تائی تانے لیاں اور سورج کو چھوڑ کر شہر چلی جاؤں..... میرے پیچھے سے سورج کا کیا ہوگا؟“

”یقین کر دو کچھ نہیں ہوگا؟ وہ نہیں موجود رہے گا۔“

”مجھے پتہ ہے وہ کہیں نہیں جائے گا؟“ وہ غصے سے بولی۔ ”لیکن میں اسے دیکھنے بغیر کیسے زندہ رہوں گی؟“

”تم کہاں دیکھتی ہو اسے؟“ عادل سنجیدگی سے بولا۔

”اس کی یادیں ہے یہاں اس کی باتیں ہیں اور سب ہی کچھ تو ہے یہاں اسی سے مجھے سکون حاصل ہو جاتا ہے۔“

PkPdf.Blogspot.Com

”تو ایسا کرو اس کی قبر پر ایک خوب صورت مقبرہ بنالو اور وہاں مجاورین کر مال کھول کر بیٹھ جاؤ..... لوگ اپنی مٹیوں اور مرادیں مانگنے آیا کریں گے تمہارے پاس اپنی مراد تو تمہاری پوری نہیں ہوئی دوسروں کی تھی۔“

”آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔“ اس نے بڑی بڑی براؤن جھلکی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

”نہیں سورج کبھی.....“ وہ ایک دم نرم ہوا۔ ”میں تمہارا مذاق کیوں اڑاؤں گا میں دوست ہوں تمہارا ہمدرد ہوں میں چاہتا ہوں تم خوابوں کی دنیا سے نکل آؤ اور حقیقت کا سامنا کرو سورج جا چکا ہے تم کچھ بھی کر لو وہ واپس نہیں آئے گا۔ تم اس کی وجہ سے اپنی زندگی برباد نہ کرو۔“

”میری زندگی سورج کی وجہ سے برباد نہیں ہو سکتی۔“

بلکہ اس کی وجہ سے آباد ہے مجھے کچھ نہیں آتا آپ ہاتھ دھو کر میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں سورج مر چکا ہے اب اس کی وجہ سے مجھے کیا نقصان ہو سکتا ہے ابھی صبحی ہماری

زندگی گزر رہی تھی لیکن آپ نے آکر بے سکون ٹھہرے پانی میں کنکر پھینک دیا۔ بے سکون کر رہے ہیں خواہ وہ ”سورج کبھی میری بات سمجھنے کی کوشش کرے پانی اگر زیادہ دیر ٹھہرا رہے تو بدبودار ہو جاتا ہے اسی طرح زندگی کو سامان نہیں کیا جاسکتا زندگی میں کبھی حرکت اور تبدیلی بہت ضروری ہے اور تمہاری ابھی عمر ہی کیا ہے تمہارے ہنسنے کھیلنے کے دن ہیں اس کے بجائے تم تم میں ڈولی رشتی ہو سارا دن گھر میں بیٹھی ایک ہی روشنی سے زندگی کو زنگ لگ جاتا ہے تمہیں تو ابھی بہت لمبا سفر کرنا ہے اور سورج کے علاوہ تم کسی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تو تمہیں اتنا لمبا سفر طے کرنے کے لیے زور اور کی ضرورت ہے کچھ بننے کی ضرورت ہے تم اپنی پڑھائی کا سلسلہ دوبارہ شروع کرلو۔“

”اور اس میں آپ کا کیا فائدہ ہے جو آپ اپنی اتنی طاقت صرف کر رہے ہیں مجھے راضی کرنے کے لیے۔ آپ کو اتنی پروا کیوں ہے کہ میرا سفر کیسا کتنا ہے کیسے نہیں کتنا؟“ عادل ایک دم ٹھہرا ہوا گیا اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

”آج مجھے ایک باری بتا دو؟“

”کیا بتا دوں؟“

”کہ مجھے کتنی بار تمہیں بتانا پڑے گا کہ میں تمہارا دوست ہوں اور دوست ہونے کے ناطے تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں ویسے بھی میں خوب صورت لوگوں کو ضائع ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔“ وہ شرارت سے بولا تو اس نے بھی مصنوعی حیرت سے اٹھ اٹھ دھڑکیا۔

”کون سے خوب صورت لوگ یہاں تو کوئی نہیں۔“ وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا اور اس کے مذاق سے بے حد محظوظ ہوا اگلے صبح اس نے اپنے بیک سے ایف اے کے ایگزام کے لیے فارم نکالا تو وہ حیران ہوئی۔

”تو آپ کا ارادہ کر کے آئے تھے کہ مجھے امتحان ضرور دلاویں گے۔“

”بالکل پکا ارادہ۔“ وہ فارم نکل کر اس کے تائی اور تائے

کو اللہ حافظ کہہ کر باہر آیا تو شنو نے اپنے گھر سے نکل کر اس کا پیچھا کیا۔

”میری بات سن کر جاؤ عادل بابو۔“ وہ رک گیا۔ ”تم سورج کبھی کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟“ وہ تیکھے انداز میں بولی۔

”کیا کر رہا ہوں؟“ عادل مصویت سے بولا۔ ”دیکھ بابو سورج کبھی بہت دیکھی ہے اس کی دنیا لٹ گئی ہے مجھے امید ہے تم اسے جھوٹی آس دلا کر اور دھکی نہیں کرو گے۔“ عادل بے اختیار مسکرایا۔

”تم جیسی وفادار سبیلی کے ہوتے ہوئے کوئی سورج کبھی کو کیسے دکھائے سکتا ہے؟“

”پھر تم کیا کرنے آتے ہو یہاں۔“

”شاید تم جانتی نہیں کہ میں اپنی پھوپھو کے گھر آتا ہوں انہیں دلاسا دینے۔“

”اور تمہارا سارا وقت تو سورج کبھی کو دلاسا دیتے گزرتا ہے تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو۔“

”میری توجہ جو ایسی جرأت کروں۔“ عادل نے شرارت سے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

”میں مذاق نہیں کر رہی بابو۔“

”دیکھو۔۔۔۔۔ میں تمہاری سبیلی کو ماضی سے نکال کر حقیقت کی دنیا میں لانے کی کوشش کر رہا ہوں اسے دوبارہ خوش رہنے کے لیے تیار کر رہا ہوں تو اس میں غلط کیا ہے۔“

”مگر تم ایسا کیوں کر رہے ہو۔ کیا مقصد ہے تمہارا؟“

”کیا صرف انہی نیت اور انسانیت کے ناطے ایسا نہیں کیا جاسکتا؟“

”آج کل اپنے مطلب کے بغیر کون کسی کے کام آتا ہے تم بھی اصل مقصد مجھے بتا دو تو اچھا ہے۔“

”میں اسے خوش دیکھنا چاہتا ہوں اور بس۔“

”کیوں خوش دیکھنا چاہتے ہو کوئی تو وجہ ہوگی اس کی؟“

”کیا مطلب۔۔۔۔۔! وہ حیران ہوا۔

”تمہیں شاید اس کا جواب معلوم نہ ہو پر مجھے معلوم ہے۔“ شنو نے آنکھیں منکھیں۔ عادل نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔ ”اگر جاؤ تو تمہیں بھی بتا دوں۔“ عادل ابھی بھی خاموش رہا اور بے حد غور سے اسے دیکھا۔

”اس کا جواب اتنا مشکل بھی نہیں بابو تمہارے پہرے یہ لکھا ہے کہ تو آئینہ دکھا دوں۔“ شنو شوخی سے اسے دیکھ کر بولی۔ عادل نے نفیوز ہو کر اسے دیکھا تو وہ ذرا اور قریب آئی۔

”تم سورج کبھی سے محبت کرنے لگے ہو۔۔۔۔۔ ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں۔“ عادل نے کوئی جواب نہ دیا سنجیدہ

چہرے کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ اب وہ اسے کیسے بتاتا کہ وہ تو نجانے کب سے اس سے محبت کرتا آ رہا ہے اس کی محبت بھون کر گروں میں گردش کر رہی ہے اسی محبت کی وجہ سے وہ راستے سے ہٹا تھا اور اب اسی محبت کی وجہ سے واپس آیا ہے اس کے دکھ سمیٹنے کے لیے اس کا درد اپنے دل میں بسانے کے لیے اس وقت شہر جاتے ہوئے اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بہت طاقتور مقناطیس سے اپنی پوری قوت صرف کر کے دور جا رہا ہو اور نہ اس تک پہنچنے کے لیے تو کچھ دھاکے بھی کائی تھے۔

راستے میں بچوں کو اسکول جاتے دیکھا تو وہ بھی ساتھ ہلایا اسکول کے دروازے پہنچ کر اس نے مس فازرہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اس کا دل اور ذہن ابھمن کا شکار تھے جو فازرہ ہی دور کر سکتی تھی عادل کے خیال کے مطابق سورج کے لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ سورج کبھی کو چھوڑ کر فازرہ کی محبت میں گرفتار ہو جاتا اور فازرہ نے واقعی اس بات کی تصدیق کر دی سورج نے اپنی چچا کی موت کا بدلہ چوہدری سے لینا تھا اور اس بدلے میں اس کی اپنی جان بھی جاسکتی تھی اس لیے وہ سورج کبھی کو جھوٹی آس نہیں دلاتا چاہتا تھا اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ جھوٹی محبت کا کھیل کھیل کر اسے خود سے تنفر کر دیتا اسے کیا معلوم کہ سورج کبھی کی محبت وصل کی زنجیروں سے آزاد ہوگی اسے بدلے میں کچھ نہیں چاہیے تھا فازرہ نے اس سے استیحا کی کہ وہ سورج کبھی

کو کبھی یہ بات نہ بتائے۔

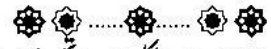
”اگر اسے یہ چل گیا کہ سب جھوٹ تھا اور اصل میں سورج کو سورج کبھی سے ہی محبت تھی تو وہ جواب بڑی مشکل سے سنبھلی ہے پھر سے تم کے سمندر میں ڈوب جائے گی اور اب کے اس سے لگنا زیادہ مشکل ہوگا۔“ وہ وعدے کے ساتھ باہر آیا تو دوبارہ شنو کی جھلک نظر آئی۔

”تم یہاں کیا کر رہے ہو بابو۔“ شنو کی نظریں بے حد مشکوک تھیں۔

”تم سورج کبھی کی سبیلی ہو یا جاسوس؟“ اسے ہنسی آ گئی۔

”تم میرے سوال کا جواب دو؟“ وہ تھانیدار نینوں کی طرح رعب سے بولی۔

”بھئی مجھے کام تھا یہاں۔۔۔۔۔ اب میں اپنا ہزار تو تمہیں نہیں بتا سکتا۔“ وہ مسکراتا ہوا چلا گیا تو وہ کتنی دیر اسے جاتے دیکھتی رہی پھر اندر چلی گئی۔



عادل کی پھوپھو نذیراں بالکل ان پڑھ تھیں اس زمانے میں تو لڑکیوں کے لیے اسکول کا نام لینا بھی ممنوع تھا لیکن نذیراں کے باپ نے اپنے اکلوتے بیٹے کو خوب پڑھایا تھا اس کی وجہ سے بعد میں شہر منتقل ہو گئے تھے۔ نذیراں کی شادی تو سولہ سال کی عمر میں ہی کر دی تھی بیٹے کی شادی شہر کی ایک پڑھی لکھی لڑکی سے کر دی۔ ان کا اپنا سرجری کے آلات کا کاروبار تھا جو خوب چل نکلا تھا۔ زندگی آسودگی سے گزر رہی تھی عادل اور اس کی دونوں بہنیں بھی بڑھ رہی تھیں عادل کے پاپا عمر افضل کی خواہش تھی وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرے اور کسی باہر کی اچھی یونیورسٹی سے بہترین ڈگری حاصل کرے عادل نے ان کی خواہش کو پورا کیا تھا یوں بھی وہ سورج کبھی کی یاد سے بچتا چاہتا تھا اس لیے اس سے دور چلا گیا تھا لیکن وہاں بھی کوئی ایسا بل نہیں تھا کہ وہ اسے یاد آئی تو وہاں جب جب وہ یاد آتی دل میں درد سا ہونے لگتا تھا کتنی بڑھ جاتی یہ سوچ ہی کتنی تکلیف دہ تھی کہ وہ کسی اور کا مقدر ہے لیکن پھر آہستہ آہستہ اسے خرابا گیا

تھا وہ سورج کا دوست بھی تھا اور محنتی انسان بھی اس طرح روزگار کا مسئلہ بھی حل ہو گیا اور زمینیں بھی محفوظ ہو گئیں ورنہ بہت سے لوگ تھے جو بے سراسر سمجھ کر ان پر قبضہ کرنا چاہتے تھے ہر طرف سے مطمئن ہو کر وہ یکسوئی سے پڑھائی میں مشغول ہو گئی۔ اکثر شنو بھی آ کر اسے چائے پکا کر دے دیتی اور شریا کے ساتھ کام بھی کروا دیتی عادل اس عرصے میں ایک بار بھی نہیں آیا وہ اس کی یکسوئی میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا تھا حالانکہ سورج مکھی نے کئی بار سوچا کہ کاش وہ آجاتا تو وہ اس سے ان چیزوں کے بارے میں پوچھ سکتی جو اسے نہیں آتی تھیں عادل نے ان دنوں پوری توجہ اپنے کاروبار کی طرف مبذول کر رکھی تھی۔ لیکن سورج مکھی کے خیال سے بھی غافل نہیں رہا تھا۔ گاؤں میں ایک دو اور لڑکیاں بھی پرائیویٹ امتحان دے رہی تھیں امتحانوں کے دنوں میں تائے نے ان کو پرائیویٹ مانگ لگوا دیا تھا عادل کو سورج کے دوست ارشد کی زبانی سب معلومات ملتی رہتی تھیں ایک دو بار اس نے اپنی گاڑی میں چھپ کر سورج مکھی کو دیکھا اور اپنی آنکھوں میں اس کا چہرہ جذب کیا۔ پھر امتحان ختم ہوئے تو دو ڈھائی ماہ رزلٹ کا انتظار کرنا تھا جیسے ہی رزلٹ آیا اگلے دن عادل مٹھائی کے ڈبے کے ساتھ موجود تھا۔

”بہت بہت مبارک ہو سورج مکھی تم نے تو کمال کر دیا۔“ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ ”پھوپو آپ کو بھی مبارک ہو اور خال آپ کو بھی۔“

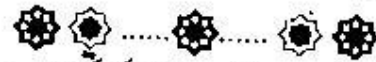
”یہ سب تمہاری مہربانی ہے بیٹا ورنہ ہم تو کچھ نہ کر سکتے۔“ عادل نے مسکراتی نظروں سے سورج مکھی کی طرف دیکھا۔

”اماں اور تائی ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ نہ ہوتے تو یہ ممکن نہیں تھا۔“

”تو پھر میرا شکریہ تو ادا کرو۔“ سورج مکھی اسے دیکھ کر رہ گئی زبان نے ساتھ نہ دیا۔

”بھئی اچھی سی چائے پکا کر شکر یاد کرو۔ اتنی دور سے آیا ہوں اور ایسے کھڑی ہو جیسے کوئی بت ہو میں نے تو سنا تھا

محبت صرف وصل کا نام تو نہیں کیا ہوا اگر وہ اس کا نصیب نہیں اس کے دل نشین وجود نے اس کے دل کا ہر کونہ روشنی سے منور کر رکھا ہے اس کے بارے میں آنے والے ہر خیال کے ساتھ دل میں ایک پھول کھل جاتا ہے اس کا دل ایک ایسا گلزار بن گیا تھا جو ہر وقت سورج مکھی کے احساس سے مہکتا رہتا تھا اور جب اسے سورج کی موت کی اطلاع ملی تو سب سے پہلا خیال دل میں جوا یا وہ سورج مکھی اور اس کے غم کا تھا وہ بے اختیار ہی کھنچا چلا آیا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اسے غم سے نمٹنے کے لیے تنہا چھوڑ دیتا وہ تو اس کے سارے غم و درد اپنی جھولی میں سمیٹ لینا چاہتا تھا سورج مکھی بے حد سلیجھی ہوئی عادات کی مالک تھی اس کی شخصیت میں ایک وقار اور تمکنت تھی پورے پانچ سال کے بعد اسے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا۔ غم کے احساس نے اس کے چہرے کو ایسا سوز عطا کیا تھا جس نے اس کی کشش میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا چہرے کو کندن بنا دیا تھا دل کے سونے تقاضے پھر سے جاگ اٹھے تھے۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اسے زندگی کی طرف لوٹائے گا ان ہی تقاضوں کے ہاتھوں مجبور وہ تعلیم کے زیور سے آراستہ کر کے اس کی شخصیت کو چار چاند لگانا چاہتا تھا وہ ایف اے کا امتحان دے لیتی تو اسے زبردستی شہر کے کالج میں ایڈمیشن دلوانا تھا اور وہ یہ جانتا تھا کہ یہ مشکل ترین مرحلہ ہوگا وہ سورج اور اس کے گاؤں کو چھوڑ کر جانے کے لیے کیسے راضی ہوگی یہ وہ نہیں جانتا تھا۔



ایف اے کے امتحان کی تیاری مشکل تھی بار بار وہ بیان سورج کی طرف منتقل ہوتا تائی تائے اور اماں کے مستقبل کے بارے میں سوچنے لگتی کبھی کبھی عادل کا خیال بھی آجاتا تو لب ذرا کے ذرا مسکرا دیتے پھر وہ ایک دم سنجیدہ ہو جاتی آہستہ آہستہ پڑھائی میں دل لگنے لگا دل بہلنے لگا اماں نے اس کی بھرپور مدد کی سارے کام اپنے ذمے لے لیے تائیا اور تائی تو کسی قابل نہ رہے تھے عادل جاتے جاتے ان کی زمینیں ایک قابل بھروسہ جوان کے سپرد کر گیا

گاؤں کے لوگ بہت مہمان نواز ہوتے ہیں۔ وہ خواہواہ شوق ہو رہا تھا۔ وہ بوکھلا کر مڑی اور کچن کی طرف چل دی۔ جانے لے کر آئی تو دو کپ لانا نہ بھولی۔ پچھلی بار اس نے اکیلے اپنے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ دو کپ دیکھ کر بھرپور طریقے سے مسکرایا۔

”اس کا مطلب ہے تم نے میری باتوں کو یاد رکھنا شروع کر دیا ہے۔“

”آپ کی مہربانی کا کچھ تو صلہ ہونا چاہیے تھا۔“ وہ بھی بے ساختہ بولی۔

”صلے کے بارے میں بعد میں فیصلہ کریں گے۔“ وہ کسی شہنشاہ کی مانند سینے پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔ تائی تایا اور ثریا مسکراتے ہوئے اس کی حرکتیں دیکھ رہے تھے۔ چائے پی کر وہ بولا۔

”میں رات کو بریانی کھاؤں گا۔ پھوپھو بتا رہی تھیں تمہارے جیسی بریانی کوئی نہیں پکاتا۔“

”ضرور ملے گی۔“ وہ سخاوت دکھاتے ہوئے بولی۔

وہ بریانی پکانے چلی گئی تو وہ کتنی دیر تینوں بزرگوں سے باتیں کرتا رہا۔ مستقبل کی منصوبہ بندی کرتا رہا رات کا کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا عادل کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا جبکہ وہ خاموش پرسوج نظروں سے گامے لگا ہے اس کے چہرے پہ نظر ڈال لیتی جیسے ہی عادل دیکھتا نظریں اپنی پلیٹ پہ ڈال دیتی عادل اس آنکھ پھولی سے محفوظ ہو رہا تھا۔

”چائے پیئیں گے؟“ کھانا ختم کرنے کے بعد اس نے آہستہ سے پوچھا۔ دل کو جانے کیسا اتنا سادہ سادہ لگا تھا۔ چائے کے بعد عادل بولا۔

”آب ڈرا صلے کی بات ہو جائے۔“ وہ ہنسی تائی تائے اور ثریا نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ سورج کبھی کے حلق میں کچھ اٹکنے لگا۔ عادل نے اپنے بیک سے چند کاغذات نکالے۔

”یہ کیا ہے؟“ وہ گھبرا کر بولی۔

”یہ بی اے میں ایڈمیشن کے پیپر ہیں۔ اب تمہیں لے لو۔“

شہر جانے کی تیاری کرنی ہے۔“ وہ ایک دم اٹھ کر کھڑی ہو گئی بے حد شہید نظروں سے اسے دیکھا۔

”بس بہت بڑھلایا مجھے اور نہیں پڑھنا۔“

”جیسا۔۔۔ تو تمہیں اور نہیں پڑھنا۔“

”نہیں۔“ وہ دو کپ لہجے میں بولی۔

”یعنی پڑھنا نہیں دوسرا کام کرتا ہے۔“ وہ بھی سینے پہ بازو پلیٹ کر کھڑا ہو گیا۔

”کون سا دوسرا کام؟“

”شادی۔۔۔ یا تو پڑھنا ہے یا پھر شادی کرنی ہے۔“

خالہ کوئی اچھا سال لڑکا تلاش کریں اس کے لیے یہ تو شادی کرنا چاہتی ہے۔“

”چپ رہیں آپ۔۔۔۔۔“ وہ غصے سے بولی۔ ”نہ پڑھنے کا یہ مطلب نہیں کہ شادی کرلو۔ میں گھر میں رہ کر امان تائی اور تائے کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔“

”ان لوگوں سے بھی پوچھا ہے کہ وہ تمہیں گھر میں رکھنا چاہتے ہیں یا نہیں۔“ وہ سنجیدہ تھا۔

”مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں میں جانتی ہوں۔“ اس کی آواز بھینگ گئی۔

”میری بیٹی کسی پہ بوجھ نہیں ہے۔“ تائی آبدیدہ ہو گئیں۔ ”مگر آج سورج زندہ ہوتا تو کسی کی مجال تھی کہ اسے بوجھ سمجھتا۔“

”دیکھا۔۔۔ رلا دیا تائی کو۔۔۔ بہت برے ہیں آپ۔“ اس نے تائی کے گلے میں بانٹیں ڈال دیں۔

”بس یہ باتیں ختم کریں میں نہیں جانے والی۔“

”دیکھو بیٹی۔“ ثریا بھی گفتگو میں شامل ہوئی۔ ”مگر شادی نہیں کرنی تو عادل کی دوسری بات مان لو شہر میں داخلہ لے لو فارغ بیٹھنا اچھا نہیں۔“

”یہ ہوئی بات۔۔۔۔۔“ عادل خوش ہوا۔ ”خالہ آپ کتنی عقل مند ہیں۔“

”اماں آپ بھی؟“ اسے صدمہ پہنچا۔

”ہاں ہم سب چاہتے ہیں کہ تم شہر کے کالج میں داخلہ لے لو۔“

”میں نہیں جانے والی سب سن لیں۔“

”سورج کو چھوڑ کر۔۔۔۔۔“ عادل نے لقمہ دیا۔

”آپ جو دل چاہے سمجھیں میں سب کو اور گاؤں کو چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔“

”گاؤں چھوڑنے کو کون کہہ رہا ہے وہاں پہلے بی اے کرنا پھر ماسٹر کرنا اور پھر واپس آ جانا۔ ورنہ وہیں جاب کر لینا تائی تائے اور خالہ بھی وہیں شفٹ ہو جائیں گے۔“

”اور سورج۔۔۔۔۔ آپ چاہتے ہیں ہم سورج کو اکیلا کر دیں؟“ وہ تڑپ کر بولی۔

”اے اللہ نے اکیلا کیا ہے سورج کبھی اس کی قسمت میں یہی تھا اتنی ہی زندگی کھوا کر لایا تھا تم بار بار سورج کا ذکر کر کے پھوپھو کو آرزوہ کر رہی ہو۔۔۔۔۔ پلیز سوچو ذرا تمہارے مزید پڑھنے سے سورج کی روح کو کتنا سکون ملے گا تمہیں یہ بات کیوں سمجھ نہیں آتی۔ تمہیں پہاڑی زندگی چینی ہے اور اگر شادی بھی نہیں کرنی تو ہاتھ میں کوئی ہنر کوئی وسیلہ ہونا چاہیے جو تمہیں مصروفیت عطا کرے اس ہنر کو دوسروں میں مشکل کر کے خوشی ہو چراغ سے چراغ چلا نا سیکھ لو کی تو خوشیاں تمہارا مقدر بن جائیں گی۔۔۔۔۔ تمہیں سکون بھی ملے گا اور وقت بھی کٹ جائے گا۔“ گلے روز عادل چلا گیا اور اس کے لیے سورج کے نئے دروا کر گیا تھا کاغذات سورج کبھی نے بھر دیے تھے۔ انہیں عادل نے جمع کرنا تھا تائی اور تائے نے اسے بہت سمجھایا اماں تو پہلے ہی یہی چاہتی تھیں شنو نے بھی تھوڑا بہت اپنا حصہ ڈالا آہستہ آہستہ وہ ذہنی طور پر جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی اور جب ایک ماہ بعد عادل آیا تو وہ پوری طرح جاری تو تھی لیکن دل بیٹھا جا رہا تھا آکھوں کے کٹورے پانچوں سے بھرے جارہے تھے۔ عادل نے بے چینی سے اس کے چہرے کو دیکھا۔

”میں نے تمہارے داخلے کا بندوبست بھی کر دیا ہے ہاسٹل میں روم بھی مل گیا ہے تم اپنی تیاری مکمل کر لو صبح ہمیں جلدی لگنا ہے۔“ وہ آہستگی سے بولا۔ اس کے دکھ کا احساس تھا اس لیے تو زیادہ باتیں کیں اور نہ ہی شوقی ڈراما سے کام لیا۔

صبح سب کو اللہ حافظ کہتے ہوئے وہ زرد ہو رہی تھی جسم میں جیسے جان نہیں تھی ٹانگیں بھی کاپ رہی تھیں اس کی حالت کے پیش نظر عادل نے نکلنے میں جلدی کی بیک گاڑی میں رکھا اور سب کو اللہ حافظ کہا وہ سب سے باری باری لیٹ کر روتے ہوئے گاڑی میں آ بیٹھی۔

”سورج کو اللہ حافظ کس کرے گی۔“ وہ جان بوجھ کر بولا۔

”میں نے رات کو ہی اسے اللہ حافظ کہہ دیا تھا۔“ وہ روتے ہوئے بولی تو عادل کے لبوں پہ سبنا اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

”دیکھو۔۔۔۔۔ تمہیں ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں ہر نیا قدم خوفزدہ کرتا ہے یہ انسان کی فطرت ہے پھر ہم عادی ہو جاتے ہیں دھیرے دھیرے اور تمہارے پاس تو میں ہوں ناں تمہیں کسی بھی چیز کی ضرورت پڑے تو مجھے کہو میں روزانہ چکر لگایا کروں گا تم مجھے سارے دن کے واقعات سنایا کرنا میرا بھی دل بہلا رہے گا مجھے قصے کہانیاں سننے کا بہت شوق ہے۔“ وہ بتاواڑوئی رہی۔

”تم اس طرح روتی رہو گی تو میں ڈراؤ کیسے کروں گا؟“ سورج کبھی خاموش رہی۔

”میں جانتا ہوں یہ وقت تمہارے لیے انتہائی مشکل ہے لیکن کچھ حاصل کرنے کے لیے قیمتی چیزوں کی قربانی دینی پڑتی ہے وہاں تمہاری اماں پھوپھو اور پھوپا نہیں ہوں گے شنو بھی نہیں ہوگی اور۔۔۔۔۔“ وہ تھوڑی دیر کے لیے رکا اور پھر سنجیدگی سے بولا۔

”اسی طرح آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ نئی دوستیں بن جائیں گی تو زندگی نارمل ہونے لگے گی۔ یہی دنیا کا دستور ہے۔ آہستہ آہستہ سب آسان ہو جاتا ہے اللہ نے یہ بات ایک نعمت کے طور پر انسان کو عطا کی ہے ورنہ پیاروں کے مرنے کے بعد تو سب ساتھ ہی مر جائیں۔“

سورج کبھی کاغذات اس وقت اتنا زیادہ اور شدید تھا کہ وہ کوئی دلیل سننے کو تیار نہیں تھی اس نے روتے ہوئے غصے سے

اسے دیکھا۔
 ”یہ تم ہی ہو جو مجھے اتنا بڑا دکھ دے رہے ہو تمہاری وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے کیوں کر رہے ہو تم یہ سب تمہیں کیا فرق پڑتا ہے میری زندگی کیسے گزرتی ہے میں روؤں یا ہنوں تمہیں کیا۔ مجھے تم نے گھر سے لے کر گھر کر دیا۔ بالکل نئے لوگوں میں پتہ نہیں کہاں پھینک دو گے۔ آخر تم یہ سب کیوں کر رہے ہو کیا فائدہ کیا مقصد ہے تمہارا مجھے اصلی وجہ بتاؤ؟“ عادل دم بخورہ گیا۔
 ”تمہیں میرے مقاصد پر شک ہے؟“
 ”ہاں ہے۔ کوئی کسی کے لیے ایسے ہی اتنا کچھ نہیں کرتا۔“ وہ کتنی دیر خاموشی سے اپنے سامنے سرٹک کے کنارے پھیلے زرد چوں کو دیکھتا رہا۔
 ”تم نے مجھے بہت صدمہ پہنچایا ہے سورج کبھی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا تم میرے بارے میں ایسا سوچتی ہو۔ کیا صرف کسی کی خوشی کی خاطر کچھ نہیں کیا جاسکتا؟“
 ”جی تو بات ہے۔“ وہ اس کی طرف مڑی۔
 ”سوری میں نے غصے میں آپ کو تم کہہ دیا۔ آپ شاید مجھے گاؤں کی ایک گنواہری بیوقوف لڑکی سمجھتے ہیں لیکن میں بے وقوف نہیں ہوں میں سب سمجھتی ہوں سامنے والے انسان کو پہچانتی ہوں۔ اس کے دل میں کیا ہے وہ بھی جانتی ہوں اس کی آنکھوں میں چھپے راز سمجھ سکتی ہوں اور آپ۔“ وہ جھجک کر خاموش ہوئی۔ عادل نے دلچسپی سے اس کے بدلتے رنگ کو دیکھا۔
 ”اگر آپ نے انجانے میں مجھ سے کوئی امیدیں وابستہ کر لی ہیں تو۔“ وہ ایک دم چپ ہو گئی۔
 ”کیسی امیدیں؟“ عادل کے چہرے پر بھرپور مسکراہٹ تھی۔ وہ بے حد محفوظ ہو رہا تھا۔ سورج کبھی کا چہرہ سرخ ہو گیا لیکن اسے جو کہنا تھا وہ ضروری تھا۔
 ”آپ جانتے ہیں۔ عورت اور مرد ایک دوسرے سے کیا چاہتے ہیں۔“
 ”کیا چاہتے ہیں۔ میں نے تو آج تک سوچا ہی نہیں کبھی کسی ڈھنگ کی عورت سے ملاقات ہی نہیں ہوئی تمہیں ہی مجھے مطلب سمجھانا پڑے گا۔“ اس نے بڑی مشکل سے مسکراہٹ دبا رکھی تھی۔ سورج کبھی نے پشٹا کر اسے دیکھا۔ وہ نظریں جھکائے ہوئے بولی۔
 ”آپ میرے لیے اتنا کچھ کر رہے ہیں اس کے بدلے میں کچھ چاہیے تو نہیں مجھ سے۔“
 ”ہوں۔“ اس نے ہوں کو لمبا کر کے آنکھوں کی شرارت کو آنکھوں میں ہی چھپالیا اور سنجیدہ ہو گیا۔
 ”تو یہ مطلب تھا تمہارا۔۔۔۔۔ ہاں چاہیے تو ہے کچھ تم سے میں بونہی تو خواہ نہیں ہو رہا۔“ اس نے اپنی بڑی بڑاؤں آنکھیں کھول کر حیرت سے اسے دیکھا۔
 ”کیا۔۔۔۔۔ اس کی آواز مری مری تھی۔
 ”تمہاری یہ خلوص دوستی۔ تمہاری خوشی۔ اور کچھ نہیں۔“
 ”کچھ نہیں۔۔۔۔۔“ وہ سکون سے بولی۔ ”یعنی آپ کو میری ذات سے تو کوئی دلچسپی نہیں ناں۔“
 ”اب میں نے ایسا بھی نہیں کہا۔“ وہ سنبھل کر بولا۔
 ”یہ ایک بالکل مختلف سوال ہے اور تمہیں اندازہ ہے تم نے کتنا مشکل سوال کر دیا ہے؟“
 ”اچھا کیا دلچسپی ہے آپ کو میری ذات سے؟“ وہ آج کل کر سب جان لینا چاہتی تھی۔
 ”میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔“
 ”صرف یہی بات ہے۔ اس خوشی میں سے آپ کو کچھ حصہ تو نہیں چاہیے ہوگا بھی؟“
 ”کیوں نہیں چاہیے ہوگا۔؟ جب تم خوش ہوگی تو میں بھی خوش ہوں گا مجھے حصہ خود بخود مل جائے گا۔“
 ”آپ بہت چالاک ہیں سیدھا جواب نہیں دیں گے۔“
 ”کاش تم مجھ سے سیدھا اور دو ٹوک سوال کرتی۔“ وہ چپ ہو گئی۔ کچھ نہ کہہ سکی۔
 ”سورج کبھی۔۔۔۔۔ تمہیں میری طرف سے کوئی خدشہ نہیں ہونا چاہیے اگر تمہارے دل کے خدشات صحیح بھی ہوں تو میں تم سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ میں تمہیں ہمیشہ خوش

دیکھنا چاہتا ہوں اور یہ بھی ضروری نہیں سمجھتا کہ تمہیں یہ خوشی صرف میری ذات سے حاصل ہو۔۔۔۔۔ کچھ آیا سمجھ میں۔۔۔۔۔؟“ سورج کبھی خاموش ہو گئی اس کے دل پہ جیسے بارش پڑی ہوئی تھی۔
 ”بھی میں سورج کے لیے ایسا سوچا کرتی تھی اس کی ایسے ہی خوشی چاہتی تھی چاہے اسے یہ خوشی فائزہ سے ہی کیوں نہ ملے۔“
 ”مجھے خوشی ہے کہ ہمارے خیالات اتنے ملتے ہیں۔“
 ”آپ واقعی بہت اچھے ہیں آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں ملنی چاہئیں اور کسی بہت اچھی لڑکی سے شادی کتنی چاہیے۔“
 ”فکر نہ کرو۔۔۔۔۔ اگر وہ اچھی لڑکی مان گئی تو ضرور شادی کروں گا میرا ساری عمر گزار رہے گا کوئی ارادہ نہیں۔“
 ”کوئی لڑکی ہے آپ کی نظر میں۔۔۔۔۔ میرا مطلب ہے کسی کو جانتے ہیں؟“
 ”ہاں۔۔۔۔۔ میں بچپن سے ہی عاشقانہ مزاج رکھتا ہوں۔“ وہ شرارت سے بولا۔ ”اور لڑکیوں سے ہی ایک لڑکی پر نظر رکھی ہوئی ہے اس سے ہی پتہ نہیں چل سکا۔“
 ”اچھا۔“ وہ دلچسپی سے بولی۔ ”کون ہے وہ؟“
 ”پہلے میرے لیے دعا کرو کہ وہ لڑکی مجھے مل جائے۔“
 ”میں دل کی گہرائیوں سے دعا کرتی ہوں کہ وہ لڑکی آپ کو مل جائے۔“ وہ خلوص سے بولی لیکن دل کے ایک چھوٹے سے کونے میں ابھی کی ایک کوہ سمجھ نہ سکی۔
 ”اب بتائیں کون ہے وہ؟“
 ”دیکھو سورج کبھی میں جتنی زیادہ اس سے محبت کرتا ہوں اتنا ہی اس سے ڈرتا بھی ہوں اس لیے اس کا نام لینے ہوئے میری زبان لڑکھڑا جاتی ہے مجھے خدشہ ہے کہ بات اس کے کانوں تک پہنچ گئی تو وہ میرے سر پر ایک بال نہیں رہنے دے گی۔“ وہ مصنوعی انداز میں ڈرتے ہوئے بولا۔
 ”لیکن بھی کیا بات ہے کیا تھانیدارنی ہے وہ؟“
 ”نہیں بہت نرم مزاج ہے بہت پیاری ہے محبت کرنے والا دل بھی رکھتی ہے۔“

”تو پھر کیا ساری عمر اسے بے خبر ہی رہنے دیں گے؟“
 ”اصل میں میں چاہتا ہوں میری محبت کی شدتوں کا وہ خود احساس کرے میری جذبات کی گرمی اسے خود بخود پکھلنے پہ مجبور کر دے اور جب تک ایسا نہیں ہوتا میں کسی کو اس کا نام نہیں بتاؤں گا میں اپنی اتنی عزیز ہستی کو بدنام نہیں کرنا چاہتا۔“
 ”بہت چالاک ہیں آپ۔“ وہ روٹھے انداز میں بولی۔
 ”اب میں بھی آپ کو کوئی بات نہیں بتاؤں گی ویکہ لینا۔“
 ”تمہاری سب باتیں تو میں پہلے ہی جانتا ہوں کہ تم سورج کی یاد میں عمر بتا دینا چاہتی ہو۔“
 ”کیا کروں میرا نام سورج کبھی ہے۔ میرا کام ہی یہی ہے۔“
 ”افو۔۔۔۔۔ پھر وہی بچوں والی بے کار بات۔۔۔۔۔ مجھے لگتا ہے میری پر مغز باتوں کا تمہارے بے مغز کی کھوپڑی پہ کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ تو تم اصلی سورج کبھی کا پھول ہو اور نہ ہی وہ اصلی سورج تھا۔ اس لیے تمہارا یہ عقیدہ ویسے ہی جھوٹ ہو گیا، ٹھس ہو گیا بالکل اور یوں بھی نام میں کیا رکھا ہے اگر کسی بد صورت شخص کا نام گلہام رکھ دو تو وہ خوب صورت تو نہیں ہو جائے گا اگر بول کا نام گلاب ہوتا تو کیا اس میں گلاب کی سی خوشبو ہو سکتی تھی؟ تم جانے کس خود ساختہ فلسفے پہ زندگی گزار رہی ہو مجھے پتہ ہے تم ایسا کیوں کرتی ہو؟“
 ”کیوں کرتی ہوں یہ بھی بتا دیں۔“
 ”تا کہ تم خود کو ایک خول میں بند کر سکو اور کوئی اس خول کو توڑ کر اصل سورج کبھی تک نہ پہنچ سکے۔“
 ”اور اصل سورج کبھی کیا ہے؟“
 ”اصل سورج کبھی ایک جھٹی جاتی خوب صورت لڑکی ہے اس کے دل میں بھی دوسری لڑکیوں کی طرح محبت اور استغلوں بھرا دل ہے وہ بھی چاہے جانے کی تمنا رکھتی ہے اسے بھی کوئی محبت کرنے والا ایسا سامھی چاہیے جو اس کی آنکھوں میں ستارے بھر دے گا یوں یہ پھول کھلا دے دل کو دھڑکنے لگا دے اسے روشن مستقبل کی آس دے

سکے سوچ وہی شخص ہوگا جو تمہاری خوشیوں بھری زندگی کا خاص ہوگا۔ تمہاری زندگی میں خوب صورت رنگ بھرے گا۔ تمہارے دل کے سارے مومسوں کا سماں ہوگا۔ وہی شخص تمہاری زندگی کا سورج ہوگا چاہے اس کا کوئی بھی نام ہو۔ سورج بھی بڑے سوچ انداز میں اس کی باتیں سن رہی تھی اور جانے کیوں یہ باتیں اس کے دل کو لگ رہی تھیں وہ ایک لفظ نہ بولی اسے ایک بار نہیں جھٹلایا نہ ہی سورج کی یاد سے چمٹے رہنے کی خدشہ۔

عادل سورج بھی کو ہاشل چھوڑ کر سیدھا گھر آیا اس کی ضرورت کی ہر چیز وہ پہلے ہی خرید کر اس کے کمرے میں رکھوا چکا تھا۔ کورس کی تمام کتابوں کے علاوہ بے شمار نوٹ بکس، پنسلین، پین، ریزر اور اسے تاکیدی بھی کہ کسی بھی ضرورت پر اسے کال کرنے سے نہ گھبرائے اپنا نمبر بھی اسے دے دیا تھا۔ وہ بے حد تمکا ہوا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ سیدھا اپنے کمرے میں جائے اور دو تین گھنٹوں کے لیے سو جائے لیکن اس وقت سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے تھے پایا اخبار میں مصروف تھے صائمہ اور نامہ نی وی دیکھ رہی تھیں اور ماما کسی میگزین میں سر دے بیٹھی تھیں۔

”السلام علیکم! اس نے سب کو شتر کہ سلام کیا۔“
”ارے بیٹا..... گاؤں سے واپس آ گئے۔ کیا حال تھا نذیراں کا؟“

”جیسی ہو سکتی ہیں پایا جوان بیٹے کی موت کے بعد ایک ماں کا سنبھلنا مشکل ہی ہوتا ہے۔“

”اسے کچھ دن کے لیے ساتھ لے آتے ذرا بہل جاتی۔“ فیروزہ نے اسے اس سوال کا جواب بندہ دیا۔

”تم گاؤں کچھ زیادہ نہیں جانے لگے؟“ ان کے انداز میں ایک کاٹ بھی بیٹے کا گاؤں جانا انہیں کبھی اچھا نہیں لگا تھا تب بھی نہیں جب وہ بچہ تھا۔

”ماما آپ جانتی ہیں مجھے بچپن سے گاؤں جانے کا شوق رہا ہے مجھے وہاں کا ماحول بہت پسند ہے کھلی فضا، لہلہاتے کھیت، بیلوں کے گلوں میں بختی گھنٹیاں، ٹیوب ویل کا چمکدار پانی، میں پانچ سال کے لیے باہر چلا گیا تھا“

لیکن یہ سب بھولا نہیں تھا اب واپس آ کر وہیں سے سلسلہ جوڑ لیا ہے اور پھر پوچتی آ زردہ اور دل گرفتہ ہیں کہ ان کی مدد کرنا میرا فرض بنتا ہے بلکہ آپ کو بھی کبھی وہاں جانا چاہیے پایا کے ساتھ اب تو کاروبار بھی میں نے سنبھال لیا ہے وقت بھی بچا ہے آپ کے پاس۔“

”بھائی وہاں ایک لڑکی بھی تو رہتی تھی؟“ نامہ نے پوچھا۔ ”کیا بھلا سا نام تھا؟ کسی پھول پر رکھا تھا؟ میں بھی ایک دو بار گاؤں لڑکی تھی تو اس کے ساتھ ملتی تھی بڑی پیاری سی تھی خاص طور پر بڑی بڑی براؤن آنکھیں اور براؤن بال مجھے بہت اچھے لگتے تھے۔“

”سورج بھی کی بات کر رہی ہو؟“
”سورج بھی.....؟“ صائمہ نے تہقہہ لگایا۔ ”گاؤں میں کتنے پینڈو نام رکھتے ہیں۔“

”سورج بھی نے شہر کے ایک کالج میں داخلہ لے لیا ہے بی بی اسے میں میرے ساتھ ہی آئی تھی اسے ہاشل چھوڑ کر رہا ہوں۔“

”اچھا یہ کیا سوچی بھلا اسے؟“ جانے کیوں انہیں اچھا نہ لگا۔ ”اتنا بڑھانے کی کیا ضرورت پڑتی اس کی ماں کو وہیں گاؤں میں کوئی لڑکا دیکھ کر شادی کر دیتی۔“

”ماما اچھا ہے۔“ نامہ نے سورج بھی کی حمایت کی۔ ”پڑھ لے گی تو زندگی بن جائے گی مجھے بہت شوق ہے اس سے ملنے کا۔ بھیا مجھے لے چلیں گے اب کس طرح کی ہو گئی ہے؟“

”خود ہی دیکھ لینا۔“ عادل کے لبوں پہ پھلی مسکراہٹ نے فیروزہ کو ہنسنے لگا دیے۔

”ہاں بیٹا یہ تم نے اچھا کیا۔“ بابا بولے۔ ”کسی کی مدد کرنا بہت اچھی بات ہے۔“

”اب بس بھی کریں یہ بے وقت کی تعریفیں اور عادل تم نے کیا سوچا ہے میں نے جو تصویریں پچھلے ہفتے تمہیں دکھائی تھیں ان میں سے کوئی پسند آئی یا نہیں اب تم نے برنس بھی سیٹ کر لیا ہے اب میں کوئی انکار یا بہانہ نہیں سنوں گی بہت ہو گئی خدمت غفلت اب حقیقت کی دنیا میں

واپس آ جاؤ۔“

”ماما ان تصویروں میں سے تو مجھے ایک بھی پسند نہیں آئی۔ سب کے لباس انتہائی قابل اعتراض تھے اور منہ پہ یہ پینٹ کیا ہوا ہو۔“ صائمہ اور نامہ کے لبوں پہ مسکراہٹ نے فیروزہ کو اور غصہ دلایا۔

”تم پانچ سال باہر کے ماڈرن ماحول میں رہ کر آئے اور ابھی بیک ورڈ ذہنیت کا مظاہرہ کر رہے ہو؟“

”باہر اتنا عرصہ گزار کر آ یا ہوں ماما اسی لیے تو کہہ رہا ہوں۔“ وہ نرمی سے بولا۔ ”میں نے وہاں بے حیائی کے اتنے مظاہرے دیکھ لیے ہیں کہ مزید گنجائش نہیں رہی مجھے وہی کے نام پہ کوئی ماڈل یا ایکٹریس نہیں چاہیے۔“

”تو کیا کسی گمنام لڑکی سے شادی کرو گے۔“ وہ نرمی سے بولیں۔ ”تم تو اپنے باپ سے بھی چار ہاتھ آگے نکل رہے ہو دنیا کی کوئی چیز ان کے دل کو نہیں بدل سکی میں نے کہا

ان رہے ہیں اپنے بیٹے کے خیالات۔“
”آخر بیٹا کس کا ہے۔“ افضل فخر سے بولے۔ ”جیو

میرے بیٹے دل خوش کر دیا۔“
”ہاں آپ تو خوش ہوں گے کہ اپنے اصل کی طرف

اٹ رہا ہے بیوٹ۔“ فیروزہ نے ایک بار پھر شوہر کے گاؤں کے تعلق پہ چوٹ کی۔
”ماما پلیز آپ اتنی جلدی میری شادی کی فکر نہ کریں

میں ابھی شادی نہیں کروں گا۔“
”کیسے نہیں کرو گے۔“ وہ چیخ کر بولیں۔ ”جانتے ہو

لتنے لوگے اونے مال دار خاندانوں کی نظریں تم پہ ہیں۔“
”یہ کیسے اٹلی لوگ تمہیں اپنا داماد بنانا چاہتے ہیں۔ میری

ماں کے تو فائدے میں رہو گے۔ راتوں رات انٹیمس بن جائے گا آسمانوں پہ پہنچ جاؤ گے۔“

”ماما میری پیاری ماما۔“ عادل نے پیار سے ان کے گلے میں ہاتھیں ڈالیں۔ ”اپنے اتنے اچھے اور خوب بیٹے کو

اپنے اتنے سے داموں بیٹنا چاہتی ہیں کسی امیر تک کسی مملوک بکری ہوئی لڑکی کا غلام بنانا چاہتی ہیں۔ کیا مجھ

تو بازو پہ کوئی شک ہے آپ کو میں آپ کا بیٹا ہوں اور آپ جانتی ہیں میں اس قسم کا انسان نہیں ہوں میں چور راستوں سے دولت کمانا گناہ سمجھتا ہوں اور یوں بھی پہلے ان دونوں چیزوں کی شادی کروں گا پھر بیوی کو گھر لاؤں گا۔“ عادل نے دونوں کی طرف شرارت سے دیکھا تو دونوں چیخ پڑیں۔

”بھائی پہلے اپنا راستہ صاف کرنا چاہتے ہیں تاکہ

نندیں کہیں ان کی پیاری بیوی کو تنگ نہ کریں کیوں بھائی؟“ صائمہ شرارت سے بولی۔

”میں تو ایسا نہیں ہونے دوں گی پہلے بھائی گھر میں آئے گی اچھے اچھے کپڑے بنواؤں گی۔ بھائی سے خوب ناز اٹھاؤں گی کچھ کچھ نہیں تنگ کروں گی ایسے سستا نہیں

چھوڑوں گی آپ کو۔“ نامہ نے اپنا پورا پروگرام اسے بتایا تو وہ ہنس پڑا۔

”لے لینا جتنے سوٹ لینا چاہو لا لٹی لی لیکن اس وقت میری جان چھوڑ دہشت تھکا ہوا ہوں۔“

”ایک شرط پہ چھوڑوں گی۔“
”بولو۔“

”کل آپ مجھے سورج بھی سے ملوانے لے جائیں گے۔“ منظور۔“

”منظور۔“ وہ خوش دلی سے بولا اور اس وقت اس کی آنکھوں کے ساتھ چہرہ بھی خوشی سے روشن ہوا تھا۔ فیروزہ ٹھٹھکیں گئیں۔ دل میں نئے خدشات نے گھر بنالیا۔

پورے دو ہفتے گزر گئے کام کی زیادتی کی وجہ سے وہ سورج بھی سے ملنے نہ جاسکا حالانکہ دل بہت پریشان تھا کہ وہ جانے نئے حالات سے کیسے نمٹ رہی ہوگی ضرور

سوچتی ہوگی کہ میں اسے ہاشل چھینک کر بھول ہی گیا ہوں آج بھی وہ دن بھر کا تھکا ہوا تھا لیکن زبردستی گاڑی کا رخ

ہاشل کی طرف موڑا ہی تھا کہ موبائل بج اٹھا سورج بھی کا نام دیکھ کر جیسے ساری تھکن دور ہوئی دل خوشی کی تال پہ

دھڑکنے لگا۔

”ہاں کہو؟“
”مجھے کالج کے لیے کچھ خریداری کرنی ہے اگر آپ فارغ ہوں تو۔۔۔۔۔“

”میں ابھی آ رہا تھا تم تیار ہو۔“ سورج بھی کی وزیٹنگ لسٹ پہ پھوپھو اور شیا حالہ کے علاوہ عادل کا نام بھی تھا اسے دیکھ کر عادل کی آنکھیں ستاروں کی مانند چمکنے لگیں اس کی پڑشوق نظروں سے وہ جھینپ گئی۔ گاڑی اشارت کرنے کے بعد اس نے اس کی طرف دیکھا۔
”کیسی ہو؟“

”آپ کو کیا؟ آپ تو مجھے چھوڑ کر یوں بھاگے جیسے گدھے کے سر سے سینک اتارے ہی بیزارتے تو پہلے بتا دیے۔“ میں آپ کو تکلیف نہ دیتی۔“
”میں اور تم سے بیزار۔“ اس کے معصوم شکوے پہ عادل کے دل میں ہزاروں چراغ جل اٹھے۔ وہ اس کا انتظار کرتی تھی اسے مس کرتی تھی یہ خیال کس قدر جان فزا تھا۔

”یقین کرو کام بہت زیادہ تھا ورنہ میں روزانہ کوشش کرتا تھا آنے کی۔“
”جھوٹ۔“ وہ بے اختیار پھر شکوہ کر بیٹھی۔

”کیا قسم کھاؤں۔۔۔۔۔ یا کوئی اور ثبوت پیش کروں؟“ اس کی کشادہ آنکھیں مسکراتی تھیں۔ وہ خاموش رہی تو عادل نے کیسٹ پلیئر آن کر دیا۔
”تم سے چھوڑ کر زندہ ہیں جان بہت شرمندہ ہیں۔“

بہت مدھم دھم مٹی اور پھر خوب صورت آواز لیکن الفاظ سن کر عادل نے بے اختیار سورج بھی کی طرف دیکھا اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر اسٹاپ کا بشن دیا سورج بھی کا بدن ہولے ہولے لرز رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو ہلکے آئے تھے خطرناکی کیفیت میں عادل کا پاؤں اسکی سیٹیلر پہ جیز ہو گیا گاڑی فرار نے بھرے لگی تھی۔ گاڑی کے اندر ایک بو جھل خاموشی چھا گئی تھی۔

”آہستہ کریں پلیز۔“ سورج بھی نے پہل کی۔
”کہاں چلتا ہے؟“
”بک شاپ۔“ آخر سورج بھی نے خود کو کپڑ کر لیا تھا۔

”کھانا کھایا تھا دوپہر کو؟“ سورج بھی نے اثبات میں سر ہلایا۔
”لیکن میرے پیٹ میں تو چوہے دوڑ رہے ہیں۔“

آج دیر سے اٹھا تو ناشتہ نہیں کر سکا آفس میں اس قدر مصروف تھا کہ چائے کی ایک پیالی بھی نہیں پی سکا سوچا تھا گھر جاتے ہی کھانے پینے کی فوج سمجھ کر ٹوٹ پڑوں گا۔ لیکن۔۔۔۔۔“

”پھر میرا فون آ گیا۔۔۔۔۔“ سورج بھی فسوس سے بولی۔ ”اب میری وجہ سے آپ بھوکے ہیں۔“
”تم فون کرنے کی غلطی کا زائد کر سکتی ہو۔“
”وہ کیسے؟“

”یہاں قریب ہی ایک ریستوران ہے جہاں سوپ اور سینڈوچز سرور کرتے ہیں اور بہت لذیذ ہوتے ہیں تم برا نہ مانو تو وہاں جا کر اپنی بھوک منالوں۔“
”لیکن۔۔۔۔۔ لیکن میں ایسی جگہوں پہ بھی نہیں گئی۔“ وہ ایک دم زور سے ہو گئی۔

”ہر کام میں تو بیکل بار کرنا پڑتا ہے۔“ وہ زری سے بولا۔
”آج کا دن ایک نئی جگہ میں جانے کا دن ہے اور پھر میں ہوں ناں تمہارے ساتھ۔“

”لیکن یہ مناسب نہیں ہے کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا؟“ اس نے نیا بہانہ ڈھونڈا۔

”کیا کہے گا؟“ عادل رمان سے بولا۔
”اے آپ مجھے کیوں نہیں ہمیں اکٹھے دیکھ کر کوئی کیا سمجھے گا؟“

”یہی کہ دو دوست کچھ کھانے پیئے آئے ہیں۔“
”ہمارے معاشرے میں لڑکے اور لڑکی کی دوستی کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔“ عادل خاموش ہو گیا۔
”ٹھیک ہے تمہاری مرضی نہیں تو نہ سہی بھوک تو

”وہاں ہے گی۔“ اس نے سنجیدگی سے کہا۔ سورج بھی نے اس کی فکلی کے ڈر سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اندازہ نظر آ رہا تھا وہ برداشت نہ کر سکی۔
”آپ کو زیادہ بھوک لگی ہے تو چلے چلیں میں گاڑی میں بیٹھوں گی آپ اندر جا کر کچھ کھالینا میں انتظار کروں گی۔“

”اس عنایت کا بے حد شکریہ لیکن میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا کہ مہمانوں کو گاڑی میں بٹھا کر خود پیٹ بھرنے کا اچھا جاؤں میرے اصولوں کے خلاف ہے یہ۔“

”آپ تو خفا ہو گئے۔“ وہ افسردگی سے بولی۔
”نہیں تو۔“ وہ زبردستی مسکرایا۔ ”بس دل کو تھوڑی ٹھیس لی کہ نہیں مجھ پر اتنا بھی اکتاؤ نہیں۔“
”بات آپ کی نہیں ہے بات تو دوسرے لوگوں کی بھی ہے۔“

”دوسرے لوگ تو بس باتیں بنانا ہی جانتے ہیں کیا باتیں نہیں بنائیں گے کہ تمہارے ساتھ یہ حسین اور بندہ منو جوان کون ہے؟“ اس نے بات کو مزاح کا پہلو دیا۔

”برامت ملے گے گا مگر لڑکیوں کو واقعی محتاط رہنا چاہیے۔“
”آپ بھی کیا یاد کریں گے ان سب باتوں کے باوجود میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں آپ کو بھوکا رکھ کر مجھ سے ٹانگ نہیں ہو سکے گی۔“

”بہت شکریہ۔“ وہ پورے خلوص سے بولا اور گاڑی ریستوران کے سامنے روک دی۔ میچو اس کے سامنے رکھ کر عادل نے پوچھا۔

”تم کیا لوگی؟“ اس نے مسکراتے ہوئے میچو لیا اور تقریباً تمام قسم کے سوپس اور سینڈوچز کے نام پڑھ لیے۔
آرڈر سرد ہوا تو بالکل غیر محسوس طریقے سے سوپ اور سینڈوچ سے ڈیل کرنے کا طریقہ بتایا۔ سورج بھی بھی قتل مندی سے اسے دیکھتے ہوئے اس کی کاپی کرتی جا رہی تھی۔ کھانا اختتام کو پہنچا تو وہ بہت خوش تھی۔

”سب ٹھیک ہو گیا ناں۔۔۔۔۔ میں نے آپ کو شرمندہ تو نہیں کیا؟“ اس نے سادگی اور معصومیت سے پوچھا تو وہ

اسے گھور کر مسکرایا۔
”ایک بات ذہن میں رکھو میں کبھی تمہاری بات سے شرمندہ نہیں ہو سکتا لیکن اگر تم چاہتی ہو کہ آئندہ بھی کہیں بھی کسی قسم کا ایونٹ بغیر کسی ججک کے پورے اعتماد کے ساتھ آئینڈ کر سکو تو میں بخوشی تمہاری ٹریننگ کرنے کو تیار ہوں۔“

”بہت ضروری ہے یہ ٹریننگ؟“ وہ سادگی سے مسکرائی۔

”بہت ضروری تو نہیں لیکن کافی ضروری ہے لاعلمی نقصان دہ ہوتی ہے۔“ اس نے باخبری فائدہ مند زندگی میں حاصل کیا کسی بات کا علم آتا ہو سکتا ہے کبھی دعا دو گی مجھے۔“

”دعا میں تو اب بھی ہر وقت دیتی ہوں۔“
”اچھا کیا دعا دیتی ہو؟“ وہ دیکھی سے بولا۔
”یہی کہ اللہ آپ کو جہاں بھی رکھے خوش رہے کبھی

کسی بات سے آپ کا دل نہ دکھے۔“
”مجھے ایک خوشی مل جائے تو سمجھو زندگی میں کوئی دکھ نہیں رہے گا اور میں سمجھوں گا تمہاری دعائیں قبول ہو گئیں۔“ اس کے انداز میں کوئی ایسی بات تھی کہ سورج بھی پوچھنے کی جرات نہ کر سکی کہ وہ کون سی خوشی ہے۔
”پوچھو گی نہیں کون سی خوشی؟“

”آپ کی ذاتی زندگی میں خلل دینا مناسب نہیں۔“

عادل نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔
”کاش تم سمجھ سکو کہ میری ذات تم سے الگ نہیں۔ میں تو ہمیشہ سے تمہیں اپنے دل کا حصہ سمجھتا ہوں اور میری ہر خوشی تمہاری ذات سے وابستہ ہے۔“ مگر وہ یہ باتیں ابھی اس سے نہیں کہہ سکتا تھا ابھی وہ اپنے خول میں بندھی اور اس خول کو توڑنے میں کافی وقت لگنا تھا کتابوں کی خریداری میں کافی وقت لگ گیا ہاسٹل پہنچ کر سورج بھی نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

”آپ کی مدد کا بے حد شکریہ۔“
”شکریہ تو مجھے تمہارا ادا کرنا چاہیے۔“
”کس بات کا؟“

”اپنی کمپنی کی خوشی دینے کا..... تم نے میری پندرہ دن کی تھکن ختم کر دی۔“ وہ ابھی تک شکر یہ ادا کرنے کے لیے شیشے سے اندر جھانک رہی تھی اس کی بات یہ گھائی ہوئی۔

”تم نے تو میری اس ایک خوشی کے بارے میں نہیں پوچھا لیکن میں خود ہی بتا دیتا ہوں اگر تمہارے دل نے سچے دل سے خوش رہنا شروع کر دیا تو مجھے دنیا جہاں کی خوشیاں مل جائیں گی۔“ یہ کہہ کر وہ رکائیں گاڑی آگے بڑھالے گیا..... سورج بھی پڑ سوچ نظروں سے دھول اڑاتی گاڑی کو تھوڑی دیر دیکھتی رہی اور پھر بوجھل قدموں سے اندر چلی گئی۔

اس روز نامہ نے ضد پکڑ لی کہ وہ سورج بھی سے ملنے آج ہی جانے گی۔ فیروزہ کو بے حد غصہ آیا۔

”کوئی ضرورت نہیں اس سے ملنے کی اس سے بہتر بڑولی کی طرف چلی جاؤ۔“

”ڈولی..... ہونہ مجھے وہ ایک آنکھ نہیں بھائی اس کے تو خزانے اور ایک ٹینک ہی ختم نہیں ہوتی اور پھر اس کا بھائی بھی وہاں ہوتا ہے ایک دم فضول اور لوفر ہے۔“

”نامہ زرا قیصر سے بات کرو۔“

”تم دونوں بھائی بہن ایک جیسے ہر عقل نام کی شے نہیں دونوں میں اپنا اچھا برا تو بھی سوچا ہی نہیں میرے بنائے ہوئے پلان بھی خراب کرتے ہو ہمیشہ۔“

”تو ماما آپ ایسے پلان بنایا ہی نہ کریں میں تو آج ضرور جاؤں گی بھائی آنے والے ہوں گے میں تیار ہونے جاری ہوں۔“ فیروزہ کی بڑبڑاہٹ جاری رہی لیکن افضل آرام سے اخبار پڑھتے رہے انہوں نے بالکل توجہ نہ دی۔

صائمہ عادل سے تین سال چھوٹی تھی بالکل فیروزہ کی کاٹی خیالات بھی ان سے ہی مستعار لیے لیکن نامہ سورج کبھی کی ہم عمر تھی اور عادل اور اپنے بابا کی طرح نرم دل اور ہمدرد طبیعت رکھتی تھی سورج کبھی سے یوں ملی جیسے جہنم کی ساھی ہونوؤں میں فوراً ہی دوٹی ہوئی نامہ کو سورج کبھی بے حد پسند آتی تھی خاص طور پر اس کی آنکھوں اور

اس کے خوب صورت بالوں کی دیوانی ہوئی تھی۔ سورج کبھی کو بھی پیاری ہی نامہ بہت اچھی لگی تھی اس میں عادل کی شباهت تھی جو صاف بتاتی تھی کہ دونوں بہن بھائی ہیں۔ وہاں بیٹھ کر ڈیڑھ روپے تائیں کیں۔ زیادہ تر وہی دوپور بول رہی تھیں عادل انتہائی دلچسپی سے مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہا تھا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ سورج کبھی اس طرح فری انداز میں جوش و خروش سے باتیں کر سکتی ہے۔

وہ اپنی یہ سارا راستہ نامہ چھپکتی رہی۔

”سورج کبھی کبھی پیاری گریس فل ہے بھائی اور اس کی آنکھیں ان میں تو ڈوب جانے کو دل چاہتا ہے۔ (تمہارا بھائی ان میں جانے کب سے جھک لے کھا رہا۔ شاید لڑکیوں سے عادل نے دل میں سوچا)“ لگتا ہی نہیں کہ وہ ساری عمر گاؤں میں رہی ہے اور وہ چنگ سوٹ اس پہ کتہ کھل رہا تھا بالکل گھائی کی لگ رہی تھی۔

”گاؤں میں رہنے والوں کے سر پہ سینک ہوتے ہیں کیا؟“ عادل نے اسے پھینکا۔

”میرا یہ مطلب نہیں ہے بھائی اس کا بات کرنے انداز چلنے کا انداز اس میں ایک نمکنت اور وقار ہے۔“

”ہاں اصل میں تعلیم نے اس کی شخصیت کو نکھار بخا ہے ہاشل میں رہنے سے بھی کافی تبدیلی آئی ہے۔“ بابا سفر بھی سورج کبھی کی باتوں میں مگرا۔ عادل خوش تھا کہ نامہ کو وہ بے حد پسند آتی تھی گھر کے دو دوٹ تو اس کے قریب میں تھے۔

گھر پہنچے تو فیروزہ تین چار لٹرا مارڈن امیر کیر لڑکیوں کی تصویریں میز پر رکھے اسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ تصویریں دکھانے کے بعد ان کی جائیدادوں اور بینک بیلنس کا بھی حوالہ دیا لیکن عادل نے ایک نظر دیکھ کر بے کھسکا دیں۔

”کیوں..... کوئی پسند آئی؟“

”ماما ابھی میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔“

”میں نے اگلے ہفتے گھر میں پارٹی رکھی ہے ایک سے ایک ماڈرن خوب صورت اور دولت مند لڑکی کو دوغوا

دی ہے تمہیں یہ پارٹی اینڈ کرنی ہے اور کسی ایک کو پسند بھی کرنا ہے۔“

”ماما آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ کیوں اپنے بیٹے کی قیمت لگا رہا ہوں آپ جانتی ہیں میں ایسی لڑکیوں کو پسند نہیں کرتا مجھے بیوی چاہیے سادہ گھریلو اور تعلیم یافتہ جو بہری آئندہ نسل کی بہترین طریقے سے پرورش کر سکے شریلانہ لباس پہنتی ہو، قیصر سے گفتگو کرنے میرے اوپر حکم نہ چلائے اور مجھے اپنا غلام نہ سمجھے..... لیکن براست مایہ گے آپ کی منتخب کردہ لڑکیوں میں سے ایک بھی ایسی نہیں ہے جو میرے معیار پر پوری اتر سکے میرے دل کو تھوڑی سی خوشی بھی دے سکے۔ آپ اپنے اکلوتے بیٹے کو ہمیشہ ناغوش دیکھنا چاہتی ہیں کیا؟“ لاؤنج میں چائے پیتے ہوئے بابا نے قیصر سے اپنے بیٹے کے خیالات کو سنا.....

نامہ بھی بھائی کے خیالات سن کر خوش ہوئی جبکہ صائمہ بے ہزاری سے ناخنوں کو نیل پالش سے آراستہ کرتی رہی۔ فیروزہ نے غصہ بھری آنکھوں سے بیٹے کی طرف دیکھا اور زہرے لے لہجے میں بولیں۔

”اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ گنوار اور جلال لڑکی میری بہنو بننے کے قابل ہے تو تم بھول کر رہے ہو میں کئی دن سے تمہارے تہہ در تہہ دیکھ رہی ہوں اور یقین کرو میری زندگی میں وہ اس گھر میں قدم نہیں رکھ سکتی۔“

”ریلیکس ماما.....“ وہ ایک لمحہ کو چونکنے کے بعد خود پہ قابو پا کر بولا.....

”اس جلال اور گنوار لڑکی نے آپ کے بیٹے میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی وہ شادی ہی نہیں کرنا چاہتی اس لیے آپ یہ خدشہ نکال دیں دل سے۔“

”اوہ گاؤ.....“ تو یہ خیال تھا تمہارے دل میں.....؟ وہ حیران رہ گئیں انہوں نے تو اپنی طرف سے اندھیرے میں تیر چلا یا تھا۔

”میرے دل میں یہ خیال نہ ہوتا تو آپ کے دل میں ایسے آقا؟“ مائیں تو بچوں کی رگ رگ سے واقف ہوتی ہیں۔ اب تو آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔“

”لیکن اس نے تمہیں ریجنٹ کیسے کر دیا؟ تمہیں

ریجنٹ کر دیا جس کے حصول کے لیے اوچی سوسائٹی کی لڑکیاں بے چین ہیں وہ جھپٹی کیا ہے خود کو۔“

”دس ازناٹ مہر ماما..... وہ مجھے پسند کرتے تو بھی آپ کو شکایت نہ مجھے پسند کرے تو بھی گھ۔“

”تو تم اسے پسند کرتے ہو؟“ عادل خاموش رہا ابھی وہ کسی بات کا اقرار نہیں کرنا چاہتا تھا اسے مقدس جذبات کو یوں ماما کے سامنے بے مول نہیں کر سکتا تھا سورج کبھی کو مشکل میں نہیں ڈال سکتا تھا۔

”پلیز ماما..... اس طرح کے سوال نہ کریں یہ سورج کبھی کے لیے قہر نہیں ہے پرائی لڑکیوں کی بدنامی ہوتی ہے مجھے اپنی بہنوں کی طرح اس کی عزت بھی پیاری ہے۔“ وہ وہاں سے چلا گیا تو فیروزہ نے سرے سے نئی ترکیبیں سوچنے لگیں کہ کیسے ان کی پسندیدہ لڑکی بہنوں کر ان کے گھر بھی آجائے اور عادل بھی آسانی سے راضی ہو جائے۔

سورج کبھی نے فرسٹ کلاس میں بی اے پاس کر لیا تھا۔ وہ تو خوش تھی عادل کی خوشیوں کا ٹھکانہ بھی نہیں تھا اس روز وہ بڑا سا گلاب کا بو کے اور مٹھائی کا ڈبہ لے کر آیا اور اچھے رستوران میں ڈرنج بھی کروایا سورج کبھی کی خوشی سے مسکراتی آنکھیں اور گالوں پہ تھکتی گلابیاں اسے انتہائی دلکش بنا رہی تھیں۔ اسے رستوران میں ذرا بھی جھجک نہیں ہو رہی تھی عادل کی دو سالوں کی محنت رنگ لائی تھی اور وہ ایک با اعتماد لڑکی کے روپ میں ڈھل گئی تھی۔ اسے تمام دلچسپی شہز کا نام معلوم تھا اور چھری کاٹنے سے کھانے کا سلیقہ بھی آ گیا تھا۔ شہر میں اکثر دکائوں اور اہم جگہوں کے رہتے معلوم ہو گئے تھے۔ لیکن عادل کی تاکید کی وجہ سے وہ اکیلی نہیں جاتی تھی اس طرح عادل کو اس کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع بھی مل جاتا اور وہ کسی مشکل صورت حال میں پھنسنے سے بچ جاتی۔

کل اسے اپنے سامان سمیت گاؤں واپس جانا تھا۔ کافی عرصے کے بعد گاؤں جانے سے وہ بے حد خوش تھی۔

ایک دو بار شریا اور تائی اس سے ملنے آئے تھے لیکن زیادہ عادل اسے ہی گاؤں لے جاتا تا کہ بڑوں کو تکلیف نہ ہو گاؤں آتے ہی وہ اماں سے لپٹ گئی تائی اور تائے کے گلے بھی لگی رہی وہ سب اسے دیکھ کر بے انتہا خوش ہو رہے تھے اور عادل اس کی خوشیوں پہ خوش تھا۔ عادل کو چاہئے دے کر ان لوگوں کے پاس بٹھا کروہ شنو سے ملنے گئی، شنو خوشی سے اس سے لپٹ گئی اور پھر غور سے اسے دیکھا۔

”تو تو بالکل بدل گئی ہے سورج کبھی..... پڑھائی نے تجھے چار چاند لگا دیئے ہیں۔“

”اچھا..... کیا مطلب ہے تیرا؟“

”تو تو کسی اور دیس کی شہزادی لگ رہی ہے۔ کبھی آئینے میں شکل دیکھی ہے اپنی یہ تجھے کس نے بدل دیا؟ پڑھائی نے شہر نے یا پھر عادل بھائی نے؟“ سورج کبھی نے اس کی بات کو جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا۔

”سب کا تھوڑا تھوڑا حصہ ہے۔ لیکن تو یہ بتا شادی کب ہے اماں بتیاری تمہیں تمہاری تاریخ طے ہوئی ہے۔“

”ہاں۔“ وہ شرمائی۔ ”جس کو مہندی ہے ہفتے کو بارات آئے گی اور اتوار کو دیکھ رہے۔ اس راجو بے ایمان سے انتظار ہی نہیں ہو رہا۔“

”تو اچھا ہے انتظار کی کیا ضرورت ہے کما تا ہے اب ایسے ہی بیٹھا رہے۔“

”یہ تو ہے تم بتاؤ شادی کے لیے اچھے کپڑے ہیں ناں۔“

”ہاں اماں نے بولائے ہیں۔“

”تو نے پورے تین دن میرے ساتھ رہنا ہے اور میں کوئی پہناؤ نہیں سنوں گی۔“

”بہانے کی کیا ضرورت ہے مجھے میں تو خود تیرے پاس رہنا چاہتی ہوں۔“ عادل کو ہی واپس چلا گیا تھا وہ بہت تھکی ہوئی تھی اس لیے جلد ہی سوئی صبح اٹھتے ہی سب سے پہلے سورج کا خیال آیا تو دل دھک سے رہ گیا پہلے تو وہ گاؤں آتے ہی سب سے پہلے سورج کا ہی خیال آتا تھا دھیروں باتیں کرتی تھی ان اس بار خیال ہی نہیں

آیا وہ بے اختیار اٹھ بیٹھی کیا وہ سورج کو بھول رہی ہے؟ اس کی یاد آہستہ آہستہ کم ہو رہی ہے وہاں شہر میں بھی تو اس کے بارے میں سوچنے کا موقع کم ہی ملتا تھا آہستہ آہستہ شاید وہ حالات سے سمجھوتہ کر رہی تھی اب اسے سوچتے ہوئے دل کو اس طرح تکلیف نہیں ہوتی تھی اس نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا کہ وہ جا چکا ہے اور باقی زندگی اس کے بغیر ہی گزارنی ہے پورے دو سال وہ اس کے خیال سے لپٹی رہی تھی لیکن اب درخم بھرنے لگے تھے تکلیف کم ہوتے ہوئے برائے نامہ گئی تھی اس نے محسوس کیا تھا کہ تائی اور تائی بھی کافی حد تک سنبھلنے لگے ہیں یہ وقت اور زمانے کا دستور ہے ساری زندگی مرنے والوں کا سوگ نہیں منایا جاسکتا چاہے کتنا وقت لگنا انسان آخر کار سنبھل ہی جاتا ہے وہ سورج کے خیال سے باتیں کرتی لگی اور اپنی شہری زندگی کے بارے میں کافی دیر تک باتیں کرتی رہی اور آخر میں وہ یہ سوچ کر حیران رہ گئی کہ اس کی باتوں کا ایک بڑا حصہ عادل کے متعلق تھا اس کی بے شمار خوبیوں کے بارے میں تھا اس کے سورج کبھی کے بے پناہ خیال رکھنے کے بارے میں تھا اس کی بے پناہ تحریف کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

”میں تم سے بے وفائی نہیں کر رہی سورج لیکن تم تو مجھے روتا چھوڑ گئے تھے اس نے مجھے ہٹنے کا سلیقہ سکھایا تم مجھے بے یار و مددگار چھوڑ گئے تھے اس نے مجھے دوست بھی فراہم کیا اور سنبھلنے میں بڑی مدد بھی کی آج میں جو کچھ بھی ہوں اس کی وجہ سے ہوں اس کی مدد سے ہوں میں تمہیں قصور وار نہیں سمجھتی تمہارے مرنے میں تمہارا کیا قصور تھا؟ لیکن اللہ نے سب کچھ ایسے ہی لکھا تھا تمہاری زندگی اتنی ہی لکھی تھی اور میرے لیے شاید یہی لکھا تھا جو میرے ساتھ ہو رہا ہے عادل بہت اچھا دوست ہے اتنا اچھا کہ تم قصور نہیں کر سکتے وہ نہ ہوتا تو شاید میں تمہارے لیے مرجاتی اس نے مجھے نئی زندگی عطا کی ہے میں دعا کرتی ہوں کہ اس کو اس کے بچپن کی وہ محبت مل جائے جواب تک اس کے دل میں ہے میں نے تمہیں اپنی زندگی کا سب سے

پہلدار ستارہ سمجھا تھا تمہیں الفت کا دیوتا سمجھا تھا لیکن پھر اس ایک سب ختم ہو گیا میں غم کے گہرے سمندر میں ڈوبتی چلی گئی عادل نے مجھے اس سمندر میں ڈوبنے سے بچایا نئی زندگی عطا کی مجھے کا ڈھنگ سکھایا میرے دل میں مستقبل کی بنیاد ڈالی مجھے تعلیم دلوانے کے ساتھ ساتھ میری شخصیت کو سنوار کر نکھار دیا اور اب میں سہولت اور اطمینان کے ساتھ اپنی زندگی کے راستوں پہ رواں دواں ہوں یہ نہیں کہ مجھے تمہاری یاد نہیں آتی میں اب بھی تمہیں یاد کرتی ہوں لیکن اس یاد میں اتنی شدت اور اذیت نہیں رہی تم سمجھ رہے ہو ناں میں کیا کہنا چاہتی ہوں ڈھائی سال ہو گئے ہیں کیجئے ہیں کہ وقت ہر زخم کا مرہم ہوتا ہے تو میرا زخم بھی بھرتا جا رہا ہے۔ میرے درد میں کمی اور شہزاد آ گیا ہے اور یہ سب عادل کی وجہ سے ہے میں اس کی احسان مند ہوں جتنا بھی اس کا شکر کروں کم ہے۔“ وہ سورج کے خیال سے باتیں کرتی رہی تھی تو اس شرمندگی میں بھی کمی آتی گئی اگر وہ عادل کی باتیں کر رہی تھی تو اس میں کیا برائی ہے اپنے محسن کو خراج پیش کرنا گناہ تو نہیں۔

شنو کی شادی کے دو تین دن اس نے خوب انجوائے کیا اماں سے خاص طور پر لسی اور پرائے کا ناشتہ بھی بخوایا گاؤں کی گلیوں میں پھرنے کی یاد تازہ کی نہ رہے جا کر بہتے پانی میں پاؤں بھی ڈالے کھیتوں سے ہنسی بھریاں بھی توڑ کر کھائیں گاؤں کی شفاف تازہ ہوائ نے اس کے چہرے کو انوکھی شگفتگی عطا کی اسے لگ رہا تھا وہ بہت خوش ہے۔ تائی اور تائے سے بھی بچھ کر دھیروں باتیں کیں کالج کے بے شمار قصے سنانے لڑکیوں کی باتیں سچے زکے قصے غرض جتنے دن وہ رہی کسی مینا کی طرح چپکاتی رہی سب اسے دیکھ کر کجی رہے تھے ان کے اداس اور بے رونق گھر میں پھر سے زندگی مہکتی لگی تھی۔ شریا کو اب اس کی شادی کی فکر ستانے لگی تھی لیکن اپنی جھٹائی اور جینٹ سے ذکر کرتے گھبراہٹ میں ان کا دکھ یقیناً اس ذکر سے تازہ ہو جاتا تھا شریا کی نظر ارشد پہ بھی وہ سورج کا دوست تھا اچھی عادتوں کا مالک تھا ان کی زمینوں کو بھی سنبھال رہا تھا شریف انسان

تھا اگر تائی اور تائی مان جاتے تو شاید یہ رشتہ ہو جاتا اس ایک کی بھی اس میں اس نے سورج کے ساتھ میٹرک تک امتحان دیا تھا لیکن یہ کوئی بات نہیں تھی وہ پرائیویٹ امتحان دے سکتا تھا۔

اس روز کافی دیر بعد سورج کبھی کبھتوں سے سولیاں اور گاجریں توڑنے لگی پاؤں اور جوتے کیل میٹی سے بھر گئے ہاتھ بھی میٹی سے اٹ گئے۔ بالوں کی ٹیس ہاتھ سے پیچھے کرنے کی کوشش میں رخسار پہ بھی میٹی لگ گئی دروازے سے اندر داخل ہوئی تو سامنے تائی کے پاس عادل بیٹھا تھا اس کا دل بے ساختہ اچھل کر حلق میں آ گیا شرمندگی سے اپنے حلیے پر نظر ڈالی اس کا حلیہ دیکھ کر عادل کے چہرے پر طغریب مسکراہٹ پھیلی تھی وہ جلدی سے تل کے پاس گئی منہ ہاتھ دھو کر وہیں چلی آئی۔

”السلام علیکم! آپ کب آئے؟“

”ابھی تھوڑی دیر ہوئی ہے۔“ وہ اس کی دھلی ہوئی صورت آنکھوں میں اتارتا ہوا بولا۔ تائی ان کے پاس سے اٹھ کر کسی کام سے چلی گئیں تھیں۔

”تم مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہو کس؟“ وہ روٹھے انداز میں بولا۔

”آپ نے دیکھا نہیں میں کس حلیے میں تھی۔“ وہ ذرا خفگی سے بولی۔ ”آپ بھی سوچتے ہوں گے کوئی بھکارن چلی آ رہی ہے۔“ عادل کا بے ساختہ ہتھ پہنڈ ہوا۔

”تو میرے سوچنے کا تمہیں اتنا فرق پڑتا ہے۔“ وہ معنی خیز انداز میں بولا۔ ”مجھے تو تمہارا حلیہ بہت خوب صورت بہت پیارا لگ رہا تھا میں چاہ رہا تھا.....“ وہ ایک دم خاموش ہو گیا۔ حسن کے حضور گستاخی کرنے جا رہا تھا۔

”کس لیے آئے ہیں؟“ وہ ابھی تک خفا تھی عادل کے چہرے کا رنگ پیکا پڑ گیا۔

”میرا خیال ہے مجھے واپس جانا چاہیے۔ تم تو مجھے دیکھ کر کچھ زیادہ ہی ناراض معلوم ہوئی ہو اور بن بلا مان جا رہا مہمان بننا مجھے گوارا نہیں۔“ شاید عادل کی عزت اس کی چوٹ پڑی تھی۔ وہ اسی لمحے اٹھا اور تیزی سے گہری

بار کر گیا..... وہ حیرت زدہ صورت حال کی تبدیلی پہ بیٹھی رہ گئی، کم صدم..... کافی دیر بعد احساس ہوا تو دل بیٹھ گیا یہ اس نے کیا کر دیا۔

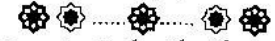
عادل کو ناراض کر دیا وہ اتنی دور سے سفر طے کر کے آیا اور میں نے اس طرح بے جا ملامت دیا۔ اس کا دل جیسے کسی نے منہ میں مسل دیا، آنکھوں کے کنارے آنسوؤں سے بھر گئے وہ ابھی اور بے قراری سے صحن میں چکر کھانے لگی ایک لمحہ کے لیے بھی قرار نہ آیا ابھی تائی اور تائی آنکس کے تو وہ کیا کہے گی.....؟ اسے اتنا کیوں فرق پڑتا تھا اگر اس نے اسے اس حلیے میں دیکھ لیا تھا۔ عادل اس کے بارے میں کیا سوچتا ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اسے ہوا تو وہ حیران رہ گئی..... بھیڑیا چائے کی ٹرے لیے باہر آگئی۔

”اے عادل کہاں گیا؟“ وہ گھرائی۔
”ابھی باہر گئے ہیں آجائیں گے۔“ وہ جلدی سے اپنے کمرے میں چلی آئی آنسو تھے کہ بے اختیار ہی سیلاب کی صورت آنکھوں سے گر رہے تھے دل بھرا ہوا تھا عادل کی عقلی کسی طور برداشت نہیں ہو رہی تھی وہ پٹنگ کے کنارے پہنچ گئی۔

”آخ زخیر اتنی پریشان کیوں ہوں..... میرے دل کو ٹھیس کیوں پہنچ رہی ہے..... میرا انگ انگ بے قرار کیوں ہے؟ اس نے میری اتنی مدد کی میری ہر ضرورت کا خیال رکھا مجھے پھر سے جینا سکھایا اس لیے میں اس کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتی آخروہ میرا محسن ہے۔“ اس نے دل کو تسلی دی اور باہر آ کر منہ پہ چند چھینٹے مارے تائی اور تائی بھی آگئے تھے۔

”پتہ نہیں لڑکا کدھر چلا گیا چائے بھی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔“

”آپ فکر نہ کریں اماں میں دیکھتی ہوں یہیں کہیں ہوں گے۔“ وہ جگت سے باہر نکل گئی۔



گاڑی نہر سے کچھ دور کھڑی کر کے وہ آرزوہ دل لیے

نہر کی طرف آ گیا۔ ایک بڑے سے پتھر پہ بیٹھ کر پانی کی طرف دیکھنے لگا۔ آج صبح سے وہ کتنا خوش تھا اسے دیکھنے کے خیال سے دل میں پھول کھل رہے تھے جن کی مہک نے اس کے سارے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا وہ گنگناہٹا ہوا گاڑی ڈرائیو کرتا اسی کے خیالوں میں گم تھا آج پورے دو ماہ کے بعد وہ اس دلربا کو دیکھے گا جس نے اس کی خندیں حرام کر رکھی تھیں۔ کتنے ہی رت جگے عطا کیے تھے لیکن پھر بھی دل میں اسی کے وجود سے روشنی تھی بہت عرصہ پہلے کی مایوسی کے بعد دل میں اس کے لیے چراغ روشن ہوئے تھے وہ گاڑی پہنچا تو وہ گھر نہیں گئی وہ مایوس ہو گیا سب سے پہلے اسی وجود کو آنکھوں میں بسانا چاہتا تھا اور پھر ہر سو روشنی پھیل گئی وہ اندر آئی تو منہ سے لت پت پاؤں اور ہاتھوں سمیت گود میں سبزیوں کا ڈھیر اٹھائے سیدھی اس کے دل میں اتر گئی چہرے پہ بڑی جاندار مسکراہٹ پھیل گئی لیکن شاید اسے اس طرح اس کا اجانک آنا اچھا نہ لگتا تھا پھر اسے پتہ چل گیا کہ وہ اپنی حالت کی وجہ سے پریشان تھی ناراض تھی تو اس کے دل میں کچھ اور روشنی پھیل گئی اسے اس کے اپنے بارے میں خیالات اور نظریات کا فرق پڑتا ہے اسے عادل کی رائے کی اہمیت عزیز ہے لیکن پھر اس کی خوشی مانند پڑ گئی وہ ابھی بھی سنجیدہ تھی اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار نہیں کیا اور جب اس نے بیگانی سے پوچھا۔

”کس لیے آئے ہیں.....؟“ تو وہ برداشت نہ کر سکا دل کے نازک آگجیون کو بری طرح ٹھیس لگی وہ اتنی دور سے اسے ایک نظر دیکھنا آیا تھا اور اس کی طرف سے سرد مہری کا اظہار اس کے عالم شوق اور بھڑکتے جذبات کو سرد کر گیا تھا اور اس وقت یہاں بیٹھے وہ یہی سوچ رہا تھا کیا خر وہ کیوں آیا اسے اپنی عزت نفس بہت عزیز تھی سورج کبھی سے بے پناہ محبت کے باوجود آہٹ ہٹ پاس نے سر اٹھایا۔ وہ دشمن جان سامنے کھڑی تھی روٹی روٹی آنکھیں اور خفت آمیز مسکراہٹ لبوں پہ لیے شرمندہ شرمندہ سی عادل نے نظرس پھیر لیں۔ سورج کبھی ایک قدم آگے بڑھی۔

”ناراض ہیں.....؟“ اس کی آواز ہلکی ہوئی تھی اور اس میں لرزش تھی۔

”مجھے ناراض ہونے کا کیا حق ہے؟“ ابھی ابھی اس کی طرف نہ دیکھا۔

”پورا حق ہے آپ کو ناراض ہونے کا..... اور میں بہت شرمندہ ہوں کہ آپ کا شایان شان استقبال نہ کر سکی جائے کیا ہو گیا تھا مجھے آپ مجھے معاف نہیں کریں گے؟“ حسن یوں شرمندہ سر جھکا کہ کھڑا سماعتی کا طلب گار ہوا اور عشق پہ کوئی اثر نہ ہونے کیسے ممکن تھا عادل تڑپ کر کھڑا ہو گیا۔

”پلیز ایسے نہ کرو..... تمہارا کیا قصور؟ میں ہی اطلاع دے بیٹھ آ گیا تھا۔“

”آپ کی پھوپھو کا گھر ہے آپ کو حق ہے جب دل چاہے آئیں میں کون ہوتی ہوں مانسٹر کرنے والی۔“ سورج کبھی کی آنکھیں خواجہ دل چھلک پڑیں۔ عادل بے قرار ہو گیا۔ وہ چاہتا تھا ان آنسوؤں کو اپنی انگلی کی پور پر روک لے۔

لیکن..... وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے جذبات پہ اعتبار نہ رہا تھا کیا پتہ دیوا گئی میں یہ گستاخی سرزد ہو جائے۔

”چلو گھر چلتے ہیں سب منتظر ہیں گے۔“ سورج کبھی کے دل سے بوجھ ہٹ گیا۔ ہلکی پھلکی ہو گئی۔ حالانکہ یہ سوال ابھی تک انجمن کا باعث تھا کہ اس کی ناراضگی اس کے لیے اتنی اذیت ناک کیوں تھی؟ لیکن اس نے اس سوال کو دماغ سے جھٹک دیا۔

شریا کو چائے دوبارہ پکائی پڑی تائی نے شاندار کھانے کا اہتمام کیا سورج کبھی چپکٹی رہی اور عادل اسے چپکتے دیکھ کر خوش ہوتا رہا اس کے جانے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بریف کیس سے چند کاغذات نکال کر اس کی طرف بڑھا دیے۔

”میں یہ کاغذات لایا تھا ایم اے کے داخلے شروع ہونے والے ہیں اسی لیے جگت میں آنا پڑا انہیں فل کرو۔“

شماٹلہ مر تضحیٰ علوی

میرا نام شماٹلہ ہے 27 اکتوبر 2008ء کو شادی کے بعد شماٹلہ مر تضحیٰ علوی ہو گیا۔ گھر والے مجھے کسی وقت بلی بھی کہہ دیتے ہیں تاریخ پیدائش 2 جنوری 1989ء ہے۔ لی اے کر چکی ہوں پسندیدہ کا کٹر گرین ہے بہت حساس بھی ہوں بہت جلد رونے لگتی ہوں۔ حج کرنے کے لیے تڑپ رہی ہوں لباس میں شلوار قمیض پسند ہے کڑھائی سلاخی میں ماسٹر ہوں ہر طرح کے کپڑے بنالیتی ہوں۔ فطرت کے رنگ بہت پسند ہیں خاص طور پر برقی ہارن اور سرسبز کھیت میری بہترین دوستوں میں دو تو میری بہنیں ہیں تمینہ اعوان اور تمینہ اعوان تیسری بہترین سہیلی شبنم ہے آج کل اور اردو ڈائجسٹ پسندیدہ ہیں۔ راسٹرز میں رفعت سران یا نو قد سی اے حمید شماٹل ہیں۔ سردیوں کی دھند بہت پسند ہے کھانا میں شوق سے پکالتی ہوں اور وہ کھا بھی لیتے ہیں شوق سے۔ سب آج کل پڑھنے والوں کو ایک مشورہ ہے کہ وہ دوشرف زیادہ سے زیادہ پڑھا کریں برکت ہی برکت ہو جائے گی آپ کی زندگی میں۔ عثمان رشید اور عمر رشید اعوان میرے بھائی ہیں جن سے میں بہت لڑتی بھی ہوں اور پیار بھی کرتی ہوں۔ گرمیوں کی صبح صبح نہر کنارے سیر کرنا مجھے بہت پسند ہے لی ٹی وی کے پرانے ڈرامے بہت اچھے لگتے ہیں۔ غصہ کی تھوڑی تیز ہوں پر بہت جلد ختم بھی ہو جاتا ہے۔ اب اجازت اللہ آج کل کے تمام عملے اور پڑھنے والوں کو خوش و خرم رکھے آمین۔

اور اپنی چند تصویریں بھی ساتھ دے دو۔“ وہ چونکی..... اور حیرت سے اسے دیکھا۔

”ماسٹرز..... میں نے تو نہیں کہا تھا کہ میں ماسٹرز کروں گی۔“

”تم نے تو نہیں کہا تھا میں پھر بھی لے آؤں۔ اچھا ابا ناں؟“

”لیکن میں تو اور نہیں بڑھنا چاہتی۔“
”کیوں..... اتنے مارکس لیے ہیں وہ ضائع کر دو گی؟“
”یہ تو بڑی زیادتی ہوگی! چلو پورا حال بھی میرے ساتھ متفق ہیں۔“

”وہ تو ہر بات میں آپ کے ساتھ ہوتی ہیں۔“ وہ مسکرائی۔
”اور تم ہر بات میں مخالفت کرنا فرض سمجھتی ہو۔“ وہ

برجستہ بولا۔
”ہر بات میں تو نہیں..... یہ آپ زیادتی کر رہے ہیں خیر لاپچھے پیچرز۔“
”تھینکس۔“ وہ خوش ہو گیا۔

”بیٹا..... میں تو چاہتی تھی اس کی شادی ہو جانے اب.....“ ثریا تھوڑا جھجک کر بولی۔

”ہو جائے گی شادی بھی خالد..... ماسٹرز کر لے تو۔“ وہ لاہروالی سے بولا اور پھر سورج کبھی کی طرف دیکھا۔
”ویسے یہ سورج کبھی کی چوٹ ہے کیوں سورج کبھی شادی کرتی ہے یا ماسٹرز.....؟“ سورج کبھی نے گھور کر اسے دیکھا تو وہ مسکراتا ہوا بولا۔

”جواب مل گیا مجھے ذرا جلدی کرنا مجھے واپس بھی جانا ہے۔“

”آپ اتنی دور سے صرف فارم فل کروانے آئے ہیں اور اتنی جلدی واپسی؟“ وہ حیران ہوئی۔

”بہت اہم کام ہے یہ جناب۔“ وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

سورج کبھی کی آنکھیں نم ہو گئیں سب سے اللہ حافظ کہہ کر وہ گاڑی میں بیٹھا تو وہ اسے چھوڑنے آئی۔ کھڑکی کے کھلے شیشے پہ کہیاں ٹکا کر اندر دیکھا۔

”آپ میرے لیے اتنا اچھا سوچتے ہیں اور میں اتنی بری ہوں آپ کو خفا کر دیتی ہوں۔“ عادل کا رنگ بدلا اور وہ

سنجیدہ ہو گیا۔
”مگر تم کلٹی فیل کرنا بند کر دو تو میرا سفر اچھا کئے گا.....“

اب ذرا مسکراؤ..... وہ بے ساختہ ہنس دی۔
”مگر تم کلٹی فیل کرنا بند کر دو تو میرا سفر اچھا کئے گا.....“

”سزا نہیں دینی وجہ جانتی ہے۔“

”تمہیں میری نیت پر شک ہے؟“ وہ سنجیدگی سے بولا تو سورج کبھی نے نفی میں سر ہلایا۔

”تو پھر یقین کرو اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ تم کیا سمجھتی ہو میرا دل نہیں چاہتا تم میری خاص مہمان بن کر میرے گھر آؤ میں وہاں تمہاری ناز برداری کروں تمہیں اپنا کمرہ دکھاؤں اس کمرے میں کہاں کہاں بیٹھ کر تمہیں یاد کرتا ہوں تمہیں سب دکھاؤں لیکن ان سب خواہشات

سے زیادہ مجھے تمہارے نازک احساسات اور تمہاری عزت نفس کی پروا ہے اس لیے میری نیت پہ کبھی شک نہ کرنا۔“ اس کا مطلب ہے اتنی مجھے پسند نہیں کرتیں۔ اس کا چہرہ تاریک ہو گیا تو عادل ڈپریس ہو گیا۔

”میں نے کہا تھا کچھ مدت سوچو کوئی اور سوال نہ کرو ایک دن آئے گا جب میں تمہیں وہاں لے کر جاؤں گا پورے اعزاز کے ساتھ۔“ اس کے بعد اس نے کوئی سوال

نہیں کیا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اس کی کوئی مجبوری ہوگی۔

عادل پورے ایک مہینے سے اسے وزٹ کرنے نہیں آیا تو اس پہ ایک بڑا انکشاف ہوا وہ اسے دیکھے بغیر بے چین و بے قرار رہتی ہے اسے دیکھ کر اس کے جسم میں جان بڑھانی ہے آنکھیں ستاروں کی طرح چمکنے لگی ہیں اور اگر وہ زیادہ دیر کر دے تو اس کے لیے زندگی کی ہر روتی ختم ہو جاتی ہے۔

”تو کیا وہ اس سے محبت کرنے لگی ہے..... کیا محبت نے ایک بار پھر اس کے دل میں بسیرا کر لیا ہے؟ سورج کو بھول کر وہ عادل سے ماطہ جوڑ بیٹھی ہے..... لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟ عادل تو بچپن سے ہی کسی سے محبت کرتا ہے۔ بس اپنی محبت کی قبولیت کا منتظر ہے۔“ وہ بری طرح

ڈپریس ہو گئی یہ کیسے ہو گیا؟ یہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ یہ کیوں ہو گیا اسے نئی زندگی دیتے دیتے وہ کب اس کی زندگی بن گیا اسے خبر نہ ہو سکی۔

اودہ میں بھی کتنی بد نصیب ہوں! محبت شاید میرے نصیب میں ہی نہیں! میں اپنے محسن کو کسی قسم کا دکھ نہیں پہنچا

دن سالگرہ کا آیا ہے

شب و روز کا تغیر تیزی سے جاری و ساری ہے۔ ماہ و سال کا سفر تیزی سے رواں دواں ہے اور انہی گزرتے ماہ و سال میں جناب نے بھی اپنے دو سال کی مسافت طے کر لی ابھی کل کی سی بات لگتی ہے جب ہم آپ سے بچے پرچے کے لیے مشاورت کر رہے تھے اور آج ہمارے اور آپ کے جناب نے کامیابی کے ساتھ اپنے ابتدائی دو سال مکمل کر لیے اس دوران آپ بہنوں اور بالخصوص ہماری رائیڈز کا بھرپور تعاون ہمیں حاصل رہا جنہوں نے اپنی گھائی رنگ تحریروں سے جناب کو بہت دور و رفت بخشی۔ امید ہے آئندہ بھی آپ کا تعاون ہمارے ہر قدم رہے گا سالگرہ کے اس موقع پر آپ بہنوں کے لیے خصوصی سروے کا اہتمام کیا ہے جس میں قارئین اور رائیڈز کی شرکت ہمارے لیے کسی تحفے سے بڑھ کر ہوگی آپ کی دلچسپی کو ملحوظ خاطر رکھتے چند سوالات مرتب کیے گئے ہیں۔

۱:- ہیر پول تیراول سے لکرا کے گزرتا ہے۔ کے بقول جناب کی کہانی یا نظم کا کوئی مصرعہ کوئی اچھی بات جو آپ کے دل میں اترتی ہو۔

۲:- مستقل سلسلوں میں آپ کا پسندیدہ سلسلہ کون سا ہے اور اگر تبدیلی چاہتی ہیں تو کیسی تبدیلی اور نیا سلسلہ کون سا ہو؟

۳:- اس سال جناب کی بہترین تحریر آپ کی نظر میں کون سی رہی؟

۴:- شاعر وادیب میں سے کسی کا انٹرویو جسے آپ جناب کے صفحات پر بڑھانا چاہیں؟

۵:- آئندہ آنے والے ماہ و سال میں کس رائیڈ کو جناب میں بڑھانا پسند کریں گی؟

۶:- جناب کی تمام مصنفین یا بالخصوص کسی ایک کے لیے آپ کا پیغام۔

ان سوالات کے جوابات 25 اکتوبر تک ارسال کر دیں۔ ای میل کے لیے ایڈریس یہ ہیں۔

نوٹ:- ای میل کرنی والی ہمیں سروے جناب ضرور لکھیں۔

info@aanchal.com.pk

کیوں پھر آ کر پھینکا ہے
میری ذات کے محمد دریا میں
کیوں پھر آ کر پھینکا ہے
میرے ساکن جذبوں میں
کیوں پھر آ کر پھینکا ہے
وہ خوابوں کا آبادگر
وہ خوشیوں کا شادگر
کب اجر گیا مجھے کیا خبر
میرے سونے جیون میں تم نے
کیوں پھر آ کر پھینکا ہے
وہ وفا خلوص کے رشتے
وہ اعتماد و اعتبار کے قصے
جب یہ سب دینہ رزہ ہوئے
ہم ٹکھڑے تھے پھر سنبھل گئے
پھر گزری باتوں میں تم نے
کیوں پھر آ کر پھینکا ہے

شیخ مسکان..... جام پور

نے ایک بار کہا تھا کہ اگر میں سچے دل سے خوش رہوں گی تو
آپ خوش رہیں گے۔ اسی طرح میں بھی یہی سوچتی ہوں
کہ آپ اگر خوش رہیں گے تو مجھے دنیا جہان کی خوشیاں ملیں
گی۔ آپ پلیز آنٹی کو اپنی بچپن کی محبت کے بارے میں
بتادیں۔
”بتا دوں“ لیکن مجھے علم نہیں کہ بدلے میں وہ لڑکی
مجھ سے محبت کرے گی یا نہیں؟
”تو پوچھ لیں ناں اس سے آپ اتنے بزدل تو نہیں
ہیں۔“
”بزدل نہیں ہوں، لیکن محبت کرنے والوں کے دل
ذرا سی گھس سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ ڈرتا ہوں اگر اس نے
میرے ہاتھ جھٹک دیے تو کیا ہوگا؟“
”یہ سب تو لے کر لے آؤ گے آپ کو۔“
”لوں گا ضرور لوں گا، بس مجھے مناسب وقت کا انتظار

”تو پھر کیا ہے؟“ آخراً آپ کو اتنی کوتاہی ہے بتائیں
کہ نہیں تو شادی کیسے ہوگی۔ وہ خاموش رہا۔
”نہانا کو بتایا نہ اس لڑکی کو بتایا عجیب منطق ہے آپ
لی۔“
”میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ جب تک اس لڑکی کو خود
سے میرے جذبات میری محبت کا احساس نہیں ہوتا میں
اسے نہیں بتاؤں گا۔“
”آپ اس سے ملتے رہتے ہیں؟“
”ہاں اکثر۔“
”تو کیسی بے وقوف اور پتھر دل لڑکی ہے کہ اسے کچھ
احساس ہی نہیں ہوتا۔“ وہ غصے میں بولی۔
”میرا بھی یہی خیال ہے۔“ وہ زیر لب مسکرایا اور
ٹھکیوں سے اسے دیکھا۔
”تم میری بات چھوڑو تمہارا شادی کے بارے میں کیا
خیال ہے؟“
”میں تو آپ کو بتا چکی ہوں کہ کبھی شادی نہیں کروں
گی۔“

”پکارا رہے؟“

”ہاں پکارا رہے۔“

”تہہ لٹی کی گنجائش نہیں۔“ سورج کبھی نے غنڈی
سانس بھری۔
”آپ کو ایک بات بتاؤں میری قسمت میں شاید
محبت نہیں ہے سورج کے بعد میں غم زدہ رہی لیکن آپ
مجھے زندگی کی طرف واپس لے آئے میرا کچھ کچھ ارادہ
بدلنے لگا مجھے گا شاید اب میں نارمل ہوگئی ہوں اب میں
شادی کر سکتی ہوں لیکن پھر کچھ ایسا ہوا کہ میں نے پکارا رہا
”لڑکیا کہ کبھی شادی نہیں کروں گی۔“
”ایسا کیا ہوا سورج کبھی؟“ وہ بے چین ہوا۔
”آپ کو نہیں بتا سکتی۔“
”میں دوست ہوں تمہارا۔“
”اسی لیے..... اسی لیے تو نہیں بتا سکتی آپ کی خوشی
ایمان میں سب سے زیادہ اہم ہے میرے لیے یاد ہے آپ

اپنی صلاحیتیں ضرور آزمائے گی۔“
”اور میں بھی اپنا دماغ لڑاؤں گی۔“
”ویسے بھائی تو بڑے چمپے رہتے تھے۔“ سورج کبھی
کے لبوں پر پھسکی سی مسکراہٹ تھی جسے اپنے جوش میں ناسخ
نہ کر سکتی تھی۔

فائدہ کو ایک موقع مل ہی گیا اس کی سالگرہ تھی اور می
ڈیٹی ایک گریڈ پارٹی کا اہتمام کر رہے تھے جس میں
سارے شہر کے روٹا کو مدعو کیا جا رہا تھا۔ فائدہ نے اس
میں اپنی سہیلیوں کے گروپ کو انوائٹ کر لیا۔ اس طرح
سورج بھی انکار نہ کر سکتی تھی عادل نے بھی منع نہیں کیا
اسے بس اس کے کہیں اکیلے جانے پر اعتراض ہوتا تھا۔
فائدہ کے لیے تحفہ خریدنا تھا وہ سہیلیوں کے ساتھ بھی
جاسکتی تھی لیکن عادل کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش پودل چل
گیا۔ وہ اس وقت بھول گئی کہ اسے نظر انداز کرنا تھا۔ اسے
فون کیا تو وہ وعدے کے عین مطابق گاڑی لیے حاضر
ہو گیا۔ سورج کبھی شرمندہ سی ہوئی اور معذرت خواہانہ
نظروں سے اسے دیکھا۔

”سوری روز رو آپ کو تکلیف دیتی ہوں۔“
”یہ روز روز کی تکلیف مجھے بے انتہا خوشی مہیا کرتی
ہے۔“ وہ مسکراتے ہوئے برجستہ بولا۔ دونوں چند لمحوں
خاموش رہے پھر سورج کبھی نے ہی ٹنگٹو کا آغاز کیا۔
”کل نامہ سے ملاقات ہوئی تھی۔“
”اچھا..... یہ تو اچھی بات ہے کہ تم دونوں میں دوستی
ہوئی۔“
”مجھ سے ایک غلطی ہوگئی۔“ وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔
”کیسی غلطی؟“ وہ چونکا۔
”میں نے نامہ سے اس لڑکی کا ذکر کر دیا۔“
”کس لڑکی کا؟“ وہ سمجھا نہیں تھا۔
”وہ جس سے آپ بچپن سے محبت کرتے ہیں۔“
”کیا!..... اسیرنگ پہ اس کے ہاتھ مضبوط
ہوئے۔“ یہ کیا کیا؟ اب وہ مانا کو بتا دے گی۔“

لگتی مجھے جلد ہی اس سے کنارہ کشی اختیار کر لینی چاہیے
اسے نظر انداز کرنا چاہیے تاکہ وہ یہاں نہ آئے یہاں آ کر
اگر وہ میری آنکھوں سے میرے دل کا حال جان گیا تو
اسے کتنا دکھ ہوگا۔ ایک روز نامہ آئی تو وہ پوچھے بنا نہ رہ
سکی۔
”نامہ تمہیں پتہ ہے تمہارا بھائی بچپن سے ہی کسی لڑکی
کی محبت میں گرفتار ہے۔“
”کیا.....؟“ نامہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل
گئیں۔ ”نہیں تو میں تو نہیں جانتی لیکن آپ کو کیسے علم
ہوا؟“
”اس نے مجھے خود بتایا تھا۔“
”اچھا کون ہے وہ؟ کیا نام ہے اس کا؟“ وہ ایک دم
ایکسا ہٹھ ہوگئی۔
”یہی تو بات ہے نام نہیں بتایا کہتا ہے نام بتا کر اسے
بدنام نہیں کرنا چاہتا۔“
”لیکن مانا کو بتانا ہی پڑے گا وہ تو اس کے لیے ایک
سے ایک الزام دارن لڑکی ڈھونڈ رہی ہیں۔ ایک راستہ ہے
بھائی اکثر اپنی ڈائری میں کچھ لکھتے رہتے ہیں اگر میں کسی
طرح وہ حاصل کر لوں تو شاید پتہ چل جائے لیکن یہ بھی
ذرا مشکل ہے وہ الماری لاکڈ رکھتے ہیں اور چابی بھی اپنے
ساتھ ہی رکھتے ہیں۔“ سورج کبھی ابھی تک پورے سوچ انداز
میں نہ تھی۔
”لیکن تم ذرا سوچو، کوئی ایسی لڑکی جس سے وہ بچپن
سے ملتے رہے ہوں۔“
”ہمارے ملنے والوں میں اتنی زیادہ فیملیز ہیں اور بچپن
کی بات مجھے کہاں معلوم ہوگی میں خود تب بچی تھی اور اتنی
ساری لڑکیاں اب میں کیا کہہ سکتی ہوں سیدھے سیدھے
بھائی سے نہ پوچھ لوں؟“
”نہ..... نہ وہ مجھ سے خفا ہوں گے میں نے ان کا اتنا
پرسنل راز نہیں بتا دیا کوئی اور طریقہ سوچو۔“
”چلو ٹھیک ہے میں اپنا دماغ لڑاؤں گی اور کوشش
کروں گی ان کی الماری اگر کبھی کبھی نہ مٹی تو مجھویہ جاسوس

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

انچل

ہم ہر وقت ہر ماہ آپ کی دلچسپ و فرائیگر کہانیاں

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا رسالہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

6000 روپے

میدل ایسٹ ایشیائی افریقہ یورپ کے لیے

5000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈارفت منی آرڈر منی گرام
ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔
مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کر سکتے ہیں۔

رابطہ: طاہر احمد قریشی 0300-8264242

نئے انچل گروپ آف پبلی کیشنز

کسٹمر سروس: 7 فیسبرک پیج: صاحبان بادل روڈ گراہی

فون نمبر: 922-35620771/2

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

circulationngp@gmail.com

ماہانہ خواہاؤ ہنس دیں انہیں شاید بھائی کی بے بسی پر مزہ
ارہا تھا۔ جبکہ پاپا خاموشی سے جائزہ لے رہے تھے۔
مال پیلو سے دروازے سے اندر آتے مہمانوں کو دیکھ
ارہا تھا۔ بھی اس کی تمام حیات سمٹ کر آنکھوں میں
انہیں جسم ایک دم تن گیا۔ چنکی عرف فائقہ بھاگتی ہوئی
دروازے کی سمت بڑھی اور پُر جوش انداز سے آنے والی
تھی سے لپٹ گئی۔

”اوہ سورج بھی شکر ہے تم آگئیں۔ ورنہ مجھے تو ذرا
بھی یقین نہیں تھا۔“ سورج بھی کچھ زور سے تھی۔

”بھائی ذرا دھرتو آؤ۔“ اس نے خوشی سے اپنے بھائی
کو آواز دی ایک نوجوان جھوٹا ہوا دھرتو بڑھا۔

”ارے یہ تو اپنی سورج بھی ہے۔“ نامتہ نے حیران
ہو کر عادل کی طرف دیکھا جو بوٹ بیٹھے بیٹھا تھا۔ چہرے پر
ناگوار تھی۔ چنکی کا بھائی سورج بھی کے قریب آیا مسکرا

کر چند الفاظ بولے اور مصلحتی کے لیے ہاتھ بڑھایا جسے
سورج بھی نے نظر انداز کر دیا اور محض سر کے اشارے سے
جواب دے کر اپنی دوستوں کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔ فیروزہ

اور پاپا بھی اور حرم تو جو گئے نامتہ ایک دم اٹھی اور آگے بڑھ
کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”سورج بھی تم یہاں؟“ سورج بھی نے چونک کر
اسے دیکھا اور پھر سکون کا سانس لیتے ہوئے اس سے
لپٹ گئی۔

”اللہ کا شکر ہے تم نظر آ گئیں ورنہ مجھے تو لگ رہا تھا
پاکل خانے میں آ گئی ہوں۔“

”تم یہاں کیسے؟“

”فاقہ میری کلاس فیلو ہے ناں بہت اصرار سے ہمیں
بایا تو آنا پڑا۔“

”تم ہماری ٹیمبل برآ جاؤ۔“ سورج بھی پُر وقار چال
پلٹی اس کے ساتھ ان کی ٹیمبل پلٹی۔

”ماما سورج بھی سے ملیں۔“

”السلام علیکم آئی کیسی ہیں آپ؟“ وہ اتنے پیار اور
تہذیب سے ان سے مخاطب ہوئی کہ وہ حیران رہ گئیں

بہن کر سیاہ چمکدار جوتوں کے ساتھ بیڑھیاں اتر کر نیچے آ
تو سب لاؤنچ میں تیار بیٹھے تھے آج پھر ماما پہ وہی پرانا
جنون سوار تھا کسی بہت بڑے رئیس کے گھر دعوت تھی اس
کی بیٹی کی سالگرہ تھی ماما کی خواہش تھی عادل اسے ایک نظر
دیکھ لے۔ شاید اسے پسند آ جائے تو وہ رشتے کی بابت آگے
بڑھائیں وہ صرف اس لیے تیار ہو گیا تھا کہ باری انڈین
کرنے میں کیا خرچ تھا۔ ورنہ انکار کی صورت میں گھر میں
ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا۔ لڑکی کو پسند کرنا نہ کرنا تو اس کے
اپنے اختیار میں تھا۔ وہاں دوستوں سے بھی ملاقات
ہو جاتی تو شاید وقت اچھا کٹ جاتا وسیع و عریض مینشن کی
سجاوٹ قابل دید تھی۔ کشادہ لان مکمل بہار کا منظر پیش کر رہا
تھا۔ گھاس کسی تمکلیں قاتلین کی طرح نرم و ملائم تھی چاروں

طرف رنگارنگ پھول مہک رہے تھے۔ بھی خوب صورت
روش عبور کر کے اندر آئے تو ہال کی قابل دید سجاوٹ نے
فیروزہ کی آنکھیں کھول دیں۔ بے دردی پیسے خرچ کیا گیا تھا

کافی مہمان آچکے تھے اور خوب صورت میزوں کے گرد
بیٹھے لوگ مشروبات کے ساتھ دل بہلانے کے علاوہ خوش
گپیوں میں مصروف تھے۔ وقار صاحب جو کہ صاحب

خانہ تھے گرم جوشی سے ملنے خاص طور پر تنقیدی برشفقت
نظروں سے عادل کو دیکھا دروازے پر ہی چنکی (فاقہ)

سے ملاقات ہو گئی تھی جو برقعہ ڈے گرل تھی اور پنک
سلوولیس چست لانگ ڈریس میں چمک رہی تھی۔ بالوں

کو اوپر کر کے بہت خوب صورت اسٹائل بنایا ہوا تھا۔ عادل
کو دیکھ کر دلکشی سے مسکرائی، لیکن عادل نے سر کے خفیف

سے خم سے جواب دینے سے انکفایا۔ فیروزہ جڑبڑ ہو کر
جب لڑکی خود ہی مائل بہ گرم تھی تو عادل کو کھائی دکھانے کا

کیا ضرورت تھی۔ انہوں نے اپنی اپنی نشستیں سنبھالیں تو
فیروزہ نے جب کہ اس کے کان میں سرگوشی کی۔

”کیسی لگی چنکی؟“

”بہت زیادہ پنک۔“ وہ مزاحاً مسکرایا۔

”خوب صورت ہے ناں؟“

”معلوم نہیں ماما۔“ وہ بیزار سی بولا۔ نامتہ اور

”ہے۔“ اور کتنا وقت لیں گے آپ آپ سمجھتے ہیں بچپن سے

لے کر جوانی تک کا وقت کافی نہیں ہے آپ کے لیے؟“ وہ

خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا ایک لفظ نہ بولا دل عجیب سے

جذبات سے لبریز تھا۔ بھی سوچتا بھی اور اسی وقت اس سے

پوچھ لے لیکن جانے کیا چیز اسے ایسا کرنے سے روکی
رہی۔ دونوں نے خاموشی سے خریداری کی۔ اسے ہاسٹل

ڈراپ کیا اور زن سے گاڑی اڑا۔ جانے کس طرح وہ
کمرے میں آئی اور چپ چاپ اپنے بستر پر بیٹھ گئی ورنہ

دل چاہ رہا تھا پھوٹ پھوٹ کر روئے۔

فاقہ کی پارٹی کے لیے تیار ہوتے ہوئے بھی وہ
مسلسل عادل کے بارے میں سوچ رہی تھی دل میں ہلکی

سی کسک ہو رہی تھی اس کا خوب صورت چہرہ بار بار آنکھوں
کے سامنے آتا تو یہ جاننے کے باوجود کہ وہ اس کے نصیب

میں نہیں ہے اس کے چہرے پر بدل فریب روشنی بکھر جاتی۔
اس نے خود کو تسلی دی کیا ہوا اگر وہ کسی دن کسی اور کا

ہو جائے گا اس کے دل میں تو ہمیشہ اس کی محبت رہے گی
روشنی بن کر کناجھ میں ہمیشہ اس کی خوب صورت باتوں کے

جھگور ہیں گئے وہ جب بھی بند مٹھی کھولے گی ان کی چمک
دل روشن کر دے گی سب لڑکیاں خوب صورت لباس پہنے

میک اپ کیے یوں تیار تھیں جیسے کسی فیشن شو میں حصہ لینے
جاری ہوں۔ ایسی گید رنگ میں جانا کم ہی نصیب ہوتا تھا

جہاں شہر کے سارے امیر موجود ہوں فائقہ نے انہیں
لینے اپنی شاندار گاڑی بھیجی تھی اور وہ یہ سب صرف اور صرف

سورج بھی کے لیے کر رہی تھی۔ ورنہ اسے باقی لڑکیوں کی
کیا پروا تھی۔

عادل انتہائی بے دلی سے تیار ہوا وہ اس بے مقصد
پارٹی کو کسی صورت انڈین نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ماما نے

اسے کوئی چانس نہیں دی تھی سفید بے دارغ شرٹ بلیک
تھری پیس سوٹ لائٹ رسٹ اور بلیک لائنوں والی ٹائی

حیرت زدہ تو وہ اسے دیکھتے ہی ہونٹیں کھینچ کر بے ہوش ہو گئی تھیں۔ یہ وہ سورج کبھی تو ہرگز نہیں ہو سکتی جو اس کے نام کے ساتھ ان کے تصور میں آتی تھی اور جسے وہ سورج کی وفات پر دیکھ چکی تھیں۔ یہی ہوئی، بکھرے ہوئے دکھے بالوں اور ویران بے رنگ چہرے والی سورج کبھی انہوں نے بے یقینی سے دوبارہ اسے دیکھا۔ سیاہ ہیمپٹون کے بے حد خوب صورت اسٹائل سے سٹے سوٹ میں ہلبوس جس کے کناروں پہ سنہری بارڈر اسے خوب صورت بنا رہا تھا۔ شفاف گردن میں نازک سنہری لاکٹ، صلیح گالوں کو چومنے کی صورت آویز نے بڑی بڑی سحر انگیز براؤن آنکھیں اور براؤن بالوں کی خوب صورت لٹیس جو چہرے کے دونوں اطراف پہ چھول رہی تھیں ہنسنے کا خوب صورت انداز ایسے لگ رہا تھا ان کی قوت گویائی کسی نے سلب کر لی ہو یا اور صانع بھی دلچسپ نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے جبکہ عادل ماما کی حالت بہ زیر لب مسکرا رہا تھا۔ فیروزہ بے اختیار اٹھ کر اس سے گلے ملیں۔

”انگل آپ کیسے ہیں؟ پھر آئے ہی نہیں ہمارے گاؤں تانی انتظار کرتی رہتی ہیں۔“

”آؤں گا بیٹا ضرور آؤں گا۔“

”جی.....؟“ اس کے چہرے پہ شفق سی بکھر گئی وہ صانع سے بھی ملی اور پھر عادل کی طرف دیکھا۔

”کیسے ہیں آپ؟“

”فیکٹ۔“

”گڈ..... میں اپنی سہیلیوں کی طرف جاتی ہوں اگر آپ ماسٹر نہ کریں تو.....؟“

”ضرور۔“ عادل نے اجازت دی تو وہ دھیمے سے ان کی طرف مڑ گئی۔ فائدہ پھر چلتی ہوئی آئی اور اس کا ہاتھ تھام کر اپنے بھائی کے پاس لے گئی۔

”ریحان تم کیا کر رہے ہو آخر.....؟“ اس نے غصے سے اسے ڈانٹا۔ ”میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ سورج کبھی کو کبھی دو۔“ وہ اسے سورج کبھی کے پاس چھوڑ کر باقی مہمانوں کی طرف چلی گئی۔ سورج کبھی نے ناگہاری سے ریحان کی طرف دیکھا جس کے منہ سے شراب کی بواں

کے حواس پر گراں گزر رہی تھی۔

”نامہ..... سورج کبھی کی ہیلپ کرو۔“ عادل نے کہا تو وہ جلدی سے اٹھ کر اوپر چلی گئی۔ وہ تو بچی سے واقف تھی اس کے عیاش بھائی کو بھی جانتی تھی اس نے فوراً سورج کبھی کا ہاتھ تھام لیا۔

”سورج کبھی تم ہمارے پاس بیٹھو۔“ نامہ واپس آئی تو فیروزہ اپنے حلقے کی خواتین سے خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔ پایا بھی نہیں تھے عادل دانستہ اپنے دوستوں کے ساتھ تھا صانع تو پارٹی کے شروع میں ہی سہیلیوں کے ساتھ مصروف تھی وہ دونوں اپنی باتوں میں مصروف ہو گئیں عادل کی نظریں اپنے دوستوں کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے بھی ادھر ہی بھٹک رہی تھیں۔

”تمہیں پتہ ہے ملا بچی سے بھائی کی شادی کروانا چاہتی ہیں۔“ اس نے سرگوشی کی تو سورج کبھی کا رنگ پیکا پڑ گیا۔ ”یہ دیکھو بچی کی ماما کو دکھانے کے لیے تصویریں بھی ساتھ لائی ہیں۔“ اس نے پرس میں سے چند تصویریں نکال کر میز پر رکھ دیں۔

”تصویروں کی کیا ضرورت تھی؟ عادل موجود تو ہیں سامنے ہی دیکھ لیں۔“

”لیکن تصویر تو دس کی نہ انہیں آئی کو بھی اپنے رشتہ داروں کو دکھانی ہوں گی اور پھر بچی نے بھی پاس رکھنی ہوگی۔“ وہ لفافے میں سے تصویریں نکال کر اسے دکھا رہی تھی۔ ایک سے ایک بڑھ کر کبھی تصویر نامہ نے لفافہ میز پر رکھ دیا۔

”اور تم نے کچھ پتہ کیا اس لڑکی کا جس سے عادل محبت کرتا ہے۔“

”بھائی نے موقع ہی نہیں دیا کبھی چابی گھر بھول کر جائیں تو میں الماری دیکھوں ناں۔“

”نامہ اس طرح تو مشکل ہو جائے گی۔“

”بھئی تو میں سوچ رہی تھی۔“ اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر جلدی سے گئی۔

”تم ذرا بیٹھو میں ایک منٹ میں آئی میری ایک فریڈ

ابھی آئی ہے انہیں پہلو کر لوں۔“ وہ چلی گئی تو وقت گزاری کے لیے لفافہ لے کر تصویریں دیکھنے لگی ہر تصویر میں اسے یوں لگ رہا تھا جیسے عادل شرارت سے مسکرا رہا ہو اس کے لبوں پہ بھی مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر جانے کس جذبے کے تحت ایک خوب صورت تصویر اٹھارہ دیکھ کر اپنے پرس میں منتقل کر لی۔ تبھی عادل اسے اکیلا دیکھ کر اٹھ آ گیا۔ سورج کبھی بری طرح گھبرائی کہیں عادل نے اس کی چوری تو نہیں پکڑ لی۔

”کیا ہوا.....؟“ اس کا رنگ اڑتے دیکھ کر وہ فکر مند ہوا۔

”آپ کو کیا؟ آپ تو مجھے مسلسل نظر انداز کر رہے ہیں؟“ وہ گھبراہٹ چھپانے کو بولی۔

”ایسی بات نہیں ہے مجھے تمہاری ریپریشن کا خیال ہے اس لیے ذرا تمہارے پاس بیٹھ رہا ہوں۔“

”سنا ہے آئی فائدہ سے آپ کی شادی کرنا چاہتی ہیں؟“

”ٹھیک سنا تم نے تمہارا کیا خیال ہے؟“

”میرا کیا خیال ہوگا؟ آپ کی شادی ہے جس سے مرضی کریں۔ لیکن اس بے چاری لڑکی کا کیا ہوگا جس سے آپ محبت کرتے ہیں؟“

”چھپتائے گی اور کیا کرنا ہے اس نے اگر میری محبت کا اقرار نہیں کرے گی میرے سچے جذبات نہیں پہچانے گی تو پھر مجھے کھوے گی۔“

”یہ تو ظلم ہوگا بے چاری لڑکی کے ساتھ۔“ سورج کبھی نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ عادل خود کو ان آنکھوں کے ظلم سے آزاد نہ کر سکا۔ دونوں ہی لمحوں کے ظلم میں جکڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے نظریں نہ ہٹا سکے کتنے ہی جاوید بھرے لمحے اسی طرح جیت گئے۔

”اگر کچھ دیر نامہ نہ آتی تو شاید ان کا راز کئی لوگوں پہ آشکار ہو جاتا لیکن لمحوں کا ظلم ٹوٹ گیا اس کے بعد سورج کبھی چپ سی ہو گئی، کم صبر اور غصہ حال ہی بچی کے بھائی نے بھی قریب آ کر اس سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن وہ تو

میری عمر ساری گزر گئی
نہلا کہیں مجھے اپنا نشان
اک نامعلوم سی خلس لیے
ذہن ہے کہ فکر زدہ
کہ بتائے کس کو اپنی داستان؟
کڑی دھوپ میں خود کو جلا لیا
نہا۔ کابھی ہنریاں
شب تاریکیوں میں بارہا
آنکھیں ہوئیں دھواں دھواں
چھپتے موسم کی گود میں
اک زندگی ہے دواں دواں
سدرہ خریال..... میا نوالی

جیسے محفل میں حاضری نہ تھی وہ کہاں بھی اسے خود بھی پتہ نہیں تھا۔ عادل بخور اس کا جائزہ لے رہا تھا اسے محسوس ہونے لگا شاید آج قسمت نے یادری کی ہے اس کا جاوید چل گیا ہے پارٹی کب ختم ہوئی، کب وہ ہاسٹل آئی اسے کچھ خبر نہ تھی کپڑے بدل کر اس نے اپنے پرس میں سے عادل کی تصویر نکالی اور کتنی دیر اسے دیکھتی رہی پھر اسے الماری میں سورج کی تصویر کے ساتھ رکھ دی۔

وہ استخوانوں میں اس طرح مشغول تھی کہ کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔ اتنی محنت کرنے کے باوجود عادل کا خیال دل سے نہ جاسکا اس کی تصویر آنکھوں میں ایسی بچی تھی کہ کبھی دور ہی نہیں جاتی تھی پھر بھی کسی نہ کسی طرح اس نے پڑھائی جاری رکھی اور امتحان دے ہی دیا اب وہ فارغ تھی اور واپسی کی تیاری کر رہی تھی دل بے حد افسردہ تھا عادل کو چھوڑ کر جانے کا تصور ہی محال تھا یہاں تو کبھی نہ کبھی ملاقات ہوئی جاتی..... لیکن اب جبکہ اس نے گاؤں چلے جانا تھا تو وہاں نچائے کب ملاقات متوقع ہوئی پانی سامان تو اس نے پیک کر لیا تھا اب الماری رہ گئی تھی لیکن دل اتنا

آرزو ہو رہا تھا کہ کسی کام میں دل ہی نہیں لگ رہا تھا وہ خاموشی سے جھکی آنکھوں کے ساتھ بیٹھ گیا۔

دوسرے روز یونیورسٹی میں نامزد آئندگی اور طوفان کی طرح پورے جوش و خروش کے ساتھ اس سے لپٹ گئی اور اسے پوری قوت سے پہنچ لیا۔

”ارے..... ارے..... میرا سانس رک رہا ہے کیا ہوا..... کیا کوئی خوش خبری ہے؟“

”ہاں! لیکن بوجھ تو جانوں کہ تم کتنی عقل مند ہو؟“

”بھائی کی شادی طے ہوگئی ہوگی۔“

”نہیں۔“

”پھر تم خود ہی بتا دو ناں۔“ وہ ہار گئی۔

”مجھے بھائی کے راز کا پتہ چل گیا۔“ سورج بھی ایک دم اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

”جج! کیسے؟“

”آج بھائی الماری کی چابی گھر بھول گئے میں کتنے دنوں سے نوہ میں بھی آج موقع مل ہی گیا۔“

”پھر کون ہے وہ؟“ سورج بھی کال اندر سے بیٹھا جا رہا تھا پھر بھی اس کا تجسس قابل دید تھا۔

”اوہ سورج بھی میں اتنی خوش ہوں! لیکن تم بھی گیس نہیں کر سکتیں۔“

”پلیز..... پلیز جلدی بتاؤ! میں مری جا رہی ہوں جانے کے لیے۔“

”اچھا ایسا کرتی ہوں یہ ڈائری میں تمہیں دے جاتی ہوں اور قریب ہی میری ایک دوست رہتی ہے تم اتنی دیر میں پڑھ لو۔“

”لیکن تم کیوں جا رہی ہو؟“

”اس لیے کہ میں چاہتی ہوں تم مکمل تہائی میں یکسوئی سے یہ ڈائری پڑھو۔“ وہ سنجیدہ ہوئی۔ سورج بھی نروس سی ہوگئی۔ نامزد کا انداز ہی ایسا تھا۔

”لیکن کیوں نامزد کیا میں جانتی ہوں اسے؟“

”اب مزید کوئی سوال نہیں! میں جا رہی ہوں ایک گھنٹے کے بعد آؤں گی۔“ وہ چلی گئی سورج بھی کتنی دیر ڈائری

ہاتھ میں تھا اسے کھڑی رہی ایک راز سے پردہ اٹھنے والا تھا اور اس وقت جانے کیوں اس میں ہمت نہیں تھی ڈائری کھولنے کی کافی دیر کے بعد اس نے خود کو کھڑ کیا اور ہستہ سے ڈائری کو کھولا ایک تصویر نکل کر زمین پر گر گئی اس نے جھک کر اسے اٹھایا اور دیکھا اس کی براؤن آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں وہ پچھلی پچھلی آنکھوں سے تصویر کو گھورتی رہی تاہیں گاہک اپنے لکیر تو جلدی سے زمین پر بیٹھ گئی تصویر ہاتھ میں تھا۔ اور جلدی جلدی ڈائری پڑھنے لگی جوں جوں پڑھتی جا رہی تھی اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا طوفان بہتا جا رہا تھا اور جب اس نے ڈائری ختم کی تو وہ ہچکچوں سے رو رہی تھی اس کا بدن ہلکے ہلکے جھٹکے کھار ہا تھا کچھ دیر بعد اپنے دوپٹے سے آنسوؤں کو صاف کیا اور تصویر دیکھنے لگی یہ سورج بھی کی اس وقت کی تصویر تھی جب وہ چاند سال کی تھی کالے چوڑی دار پا جاے اور میٹھ میں بالوں کی دو چوٹیاں آگے ڈالے معصوم سی سورج بھی یہ تصویر پورے پانچ سال عادل کے پاس رہی تھی اس کے سہارے اس نے اپنا وقت کاٹا تھا وہ تو اس وقت معصوم تھی وہ جب گاؤں آتا اس کے پیچھے پڑی رہتی۔ وہ ہر وقت کسی مینا کی طرح چہچہاتی رہتی اس سے ڈھیروں باتیں کرتی ان دنوں تو وہ شنو کو بھی بھول جاتی تھی اور وہ ہاتھ کے پیالے میں تھوڑی رکھے انتہائی دلچسپی سے اس کی باتیں سنتا رہتا کبھی بورتیں ہوا اور وہ تو زیادہ تر سورج کی باتیں ہی کرتی تھی بلکہ اس کی باتیں سورج سے شروع ہو کر سورج پر ختم ہو جاتی تھیں اور وہ تو اس وقت بھی سورج بھی سے محبت کرتا تھا لیکن اسے کبھی نہیں ٹوکا کبھی نہیں کہا کوئی اور بات کرو اسے علم ہو گیا تھا کہ وہ سورج کی پوجا کرتی ہے اسی لیے اس کی خوشی کی خاطر اس کے راستے سے ہٹ گیا تھا۔ کیونکہ اسے صرف اس کی خوشی عزیز تھی اور جب اسے پتہ چلا کہ سورج بھی دیکھی ہے زندگی سے بے زار ہے تو وہ پھر سے بول کے جن کی طرح نمودار ہو گیا اسے نئے سرے سے جسنے کے انداز دکھائے تعلیم کے زیور سے راستہ کیا اس کی شخصیت سنوارنے کے لیے یوں کہے ہی وہ سب سمجھ

جاتا تھا اس کی ضروریات کا علم بھی اسے بتائے بغیر ہو جاتا تھا اسے کیا سے کیا بتا دیا تھا اس نے اور بدلے میں کچھ نہیں مانگا ایک بار بھی نہیں کہا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے اسے اس کی ذات سے کچھ چاہیے اسے تو صرف اس کی خوشی چاہیے تھی اور کچھ نہیں ایک بار غصے میں سورج بھی نے کہا تھا۔

”کتنی بے وقوف اور پتھر دل ہے وہ لڑکی کچھ سمجھتی ہی نہیں۔“

واقعی وہ کتنی بے وقوف تھی عادل کی ہر بات اس طرف اشارہ کرتی تھی کہ وہ اس کا دیوانہ ہے اور اسے پتہ نہ چل سکا یا پھر وہ جان بوجھ کر نظر انداز کرتی رہی۔ اسے عادل سے محبت بھی ہوگئی تھی لیکن وہ عادل کی خاطر خاموش رہی اسے نہ بتا سکی اگر اسے معلوم ہوتا اگر وہ جان سکتی کہ وہی ہے جس سے عادل محبت کرتا ہے لیکن وہ بھلا کیسے جان سکتی تھی اس کے دل و دماغ پر تو سورج سوار تھا اس کا کچا ذہن ان دنوں سورج کے علاوہ کچھ سوچ ہی نہ سکتا تھا وہ شروع سے اس کے ساتھ رہی تھی انیسیت اور محبت ہوتی تو لازمی تھی اس کا دھیان کسی اور طرف جانی نہیں سکتا تھا لیکن عادل وہ کتنا عظیم تھا کتنا عالی ظرف بھی اپنی ضرورت اور اپنی خوشی سے زیادہ میری خوشی کو مقدم سمجھا خود کو قربان کر دیا مجھے براور مجھے پتہ نہ چلے دیا وہ انسان نہیں دیوتا ہے ابھی بھی وہ خود سے مجھے نہیں بتا سکا تھا کہ میں یہ نہ سمجھ لوں کہ وہ اپنے احسانات کا بدلہ طلب کر رہا ہے اس کا دل چاہ رہا تھا وہ سامنے ہو تو اس کے سینے سے لگ جائے اور اتنے آنسو بہائے کہ اس کی اتنے برسوں کی محرومیاں اس میں بہہ جائیں اوہ خدا! میں کتنی خوش قسمت ہوں کہ مجھے دوبارہ محبت ملی مجھے سورج کے بعد عادل جیسا انسان ملا عادل انسان نہیں ہے دیوتا ہے قربانی کا مجسمہ ہے وہ تو میرے لیے میرا الفت دیوتا ہے یہاں وہی الفت دیوتا ہے وہ بے قراری سے آگے اور وہ دنوں تصویریں نکال لیں ایک لمحے کے لیے سورج کی تصویر کو دیکھا اور ایک کتاب میں چھپا دیا پھر عادل کی روشن چٹکتی آنکھوں والی تصویر نکالی اور

چھڑے تو قربتوں کی دعا بھی نہ کر سکے

اب کے تجھے سپرد خدا بھی نہ کر سکے

تقسیم ہو کر رہ گئے خود کرچوں میں ہم

نام وفا کا قرض ادا بھی نہ کر سکے

نازک مزاج لوگ تھے جیسے کسا بنیہ

ٹوٹے کچھ اس طرح کہ صدا بھی نہ کر سکے

ہم منتظر رہے کہ کوئی شمع تم ہو فراز

تم مصلحت شناس جفا بھی نہ کر سکے

عاصمہ ابراہیم..... شہر تلمبہ، ضلع خانوال

کتنی ہی دیر غار ہوئی نظروں سے اسے دھکتی رہی پھر الماری سے ایک مادر نکالا اور تصویر کی کچھلی طرف بڑے خوب صورت الفاظ میں لکھ دیا۔

”میرا الفت دیوتا“

صرف تمہاری سورج بھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر گالوں پہ گر رہے تھے لیکن آنسو تھے کہ قلم نہیں رہے تھے شاید اسے خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے چراغاں کر رہے تھے۔ اس نے جذبات سے بے قابو ہو کر تصویر کو بے اختیار چوم لیا۔

”کل میں واپس جا رہی ہوں کیا آج آپ مجھے ڈر نہیں لے جائیں گے؟“ فون کے دوسری طرف عادل حیران ہوا۔

”کیوں نہیں..... تم تیار ہوؤ میں تمہیں آٹھ بجے پک کر لوں گا۔“ سورج بھی نے اپنا بہترین لباس زیب تن کیا بالوں کو خوب صورت انداز میں سیٹ کیا۔ براؤن آنکھوں کو مسکارا سے مزید خوب صورت بنایا ہونٹوں پہ نیچرل لکری لپ اسٹک لگائی اور جب عادل آیا تو اسے دیکھ کر حیران رہ گیا وہ جو اس کے جانے کا سوچ کر اداس ہو رہا تھا اسے یوں پوری طرح تیار اور خوش دیکھ کر جانے کیوں افسردہ سا ہو گیا کھانے کے دوران بھی وہ زیادہ گفتگو نہ کر سکا۔

حجاب 76 اکتوبر 2017

چھڑے تو قربتوں کی دعا بھی نہ کر سکے

اب کے تجھے سپرد خدا بھی نہ کر سکے

تقسیم ہو کر رہ گئے خود کرچوں میں ہم

نام وفا کا قرض ادا بھی نہ کر سکے

نازک مزاج لوگ تھے جیسے کسا بنیہ

ٹوٹے کچھ اس طرح کہ صدا بھی نہ کر سکے

ہم منتظر رہے کہ کوئی شمع تم ہو فراز

تم مصلحت شناس جفا بھی نہ کر سکے

عاصمہ ابراہیم..... شہر تلمبہ، ضلع خانوال

کتنی ہی دیر غار ہوئی نظروں سے اسے دھکتی رہی پھر الماری سے ایک مادر نکالا اور تصویر کی کچھلی طرف بڑے خوب صورت الفاظ میں لکھ دیا۔

”میرا الفت دیوتا“

صرف تمہاری سورج بھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر گالوں پہ گر رہے تھے لیکن آنسو تھے کہ قلم نہیں رہے تھے شاید اسے خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے چراغاں کر رہے تھے۔ اس نے جذبات سے بے قابو ہو کر تصویر کو بے اختیار چوم لیا۔

”کل میں واپس جا رہی ہوں کیا آج آپ مجھے ڈر نہیں لے جائیں گے؟“ فون کے دوسری طرف عادل حیران ہوا۔

”کیوں نہیں..... تم تیار ہوؤ میں تمہیں آٹھ بجے پک کر لوں گا۔“ سورج بھی نے اپنا بہترین لباس زیب تن کیا بالوں کو خوب صورت انداز میں سیٹ کیا۔ براؤن آنکھوں کو مسکارا سے مزید خوب صورت بنایا ہونٹوں پہ نیچرل لکری لپ اسٹک لگائی اور جب عادل آیا تو اسے دیکھ کر حیران رہ گیا وہ جو اس کے جانے کا سوچ کر اداس ہو رہا تھا اسے یوں پوری طرح تیار اور خوش دیکھ کر جانے کیوں افسردہ سا ہو گیا کھانے کے دوران بھی وہ زیادہ گفتگو نہ کر سکا۔

حجاب 77 اکتوبر 2017

خاموشی سے کھاتا رہا جبکہ وہ چپکٹی رہی عادل نے گلا آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔
”بہت خوش ہو؟“

”نہیں ہونا چاہیے؟“ اس نے شوشی سے پوچھا۔
”ضرور ہونا چاہیے آخر اپنی ماں اور تانی کے پاس جارہی ہو خوش تو ہونا ہی چاہیے اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔“

”مجھے یاد کرو گی؟“ جانے کس آس پوچھ بیٹھا۔
”مگر کبھی بھول سکی تو ضرور یاد کرنے کی کوشش کرو گی۔“ اس نے لرزتی آواز میں کہا تو عادل نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

”عادل.....“ سورج کبھی نے پہلی بار اس کا نام لیا عادل جیسے بے ہوش ہونے لگا تھا۔

”میں آخری بار اس لڑکی کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں جس سے آپ محبت کرتے ہیں۔“ عادل کی نظریں اب بھی اس کے چہرے پر جمی تھیں۔

”آپ کی شرط ہے کہ جب تک اس لڑکی کو خود آپ کی محبت کا احساس نہ ہو آپ اسے اپنی محبت کے بارے میں نہیں بتائیں گے۔“

”ٹھیک.....“ وہ ابھی بھی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

”کیوں..... یہ شرط کیوں ہے آپ کی؟“
”بس میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری محبت میں کتنی طاقت ہے۔ میرے جذبات کی گرمی اگر اس کے دل تک نہ پہنچ سکے تو مجھے اپنی محبت پر شک ہوگا؟“ وہ اس وقت بہت سنجیدہ تھا اور پکھل کر فٹ فٹا رہی۔ وہ ہال کے ایک نینا کم رش اور کم روشنی والی میز پر بیٹھتے تھے اس لیے انہیں یہ خدشہ نہیں تھا کہ کوئی ان کی باتیں سنے گا۔

”فرض کریں آپ کے جذبات اس کے دل تک پہنچ جاتے ہیں تو.....“

”تو اسے مجھے بتانا ہوگا۔“
”واہ یہ اچھی بات ہے آپ مرد ہو کر اظہار نہیں کرنا آتے تو اسے مجھے بتانا ہوگا۔“

”میں آپ سے مذاق کیوں کروں گی عادل! میں اپنی اور آپ کی زندگی کی سب سے بڑی حقیقت کا مذاق کیوں اڑاؤں گی! میں مر جاؤں گی پر ایسا نہیں کروں گی۔“ عادل نے بے اختیار اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ اس کا چہرہ اور آنکھیں ایک دم جاندار نظر آنے لگی تھیں۔

”اس خوب صورت وقت مرنے کی باتیں نہیں کرو۔“ سورج کبھی ایک دم شرمائی گئی۔

”لیکن ایک بات کا جواب دیں مجھے۔“

”مگر آپ ایک لڑکی سے اپنے بچپن کی محبت کا ذکر کرتے رہیں گے اور اسے بتائیں گے کہ آپ اب بھی اس سے محبت کرتے ہیں تو وہ لڑکی محبت ہوتے ہوئے بھی آپ کی محبت کا اقرار کیسے کرے گی؟ وہ تو اسی خوش قسمت لڑکی کا ذکر کرتی رہے گی اور اس پر شک کرتی رہے گی۔“

”جیسے آپ نے اقرار کیا۔“ مجھے بھی ایک اقرار کرنا ہے اس کے بغیر میرا ضمیر کبھی مطمئن نہیں ہو سکے گا۔“
”وہ کیا؟“

”سورج فائزہ سے محبت نہیں کرتا تھا بلکہ تمہیں ہی چاہتا تھا فائزہ کا ڈرامہ اس نے خاندانی دشمنی کی وجہ سے رچایا تھا تاکہ تم اس سے کوئی امید نہ رکھو۔“

”میں جانتی ہوں عادل.....“ وہ رمان سے بولی۔
”اور میں بہت دلوں سے منتظر بھی تھا کہ آپ مجھے اس سچائی کے بارے میں بتاتے ہیں۔“
”تمہیں کیسے پتہ چلا۔“

”شنو اور فائزہ دونوں جانتی تھیں اور شنو جانتی تھی کہ فائزہ نے آپ کو بھی بتا دیا تھا اب اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی ایک اقرار کر لوں۔“

”اجازت ہے۔“ اس نے پہلی بار پورے استحقاق سے پیار میری نظریں اس پڑا لیں تو وہ شرمائی گئی۔

”میں کافی دیر سے آپ کی محبت میں گرفتار ہوں لیکن اس لڑکی کی وجہ سے خاموش بھی جس سے آپ بچپن سے محبت کرتے تھے۔“

”اور تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ تم ہی ہو۔“

”آپ ناراض تو نہیں ہوں گے؟“ وہ درہا لی۔
”مسکرائی۔“
”تمہیں پتہ ہے میں تم سے ناراض نہیں ہو سکتا۔“ اس نے اس کی براؤن جھوکی لٹ کوکانوں کے پیچھے اڑا کر۔
”نامہ سے بھی ناراض نہیں ہوں گے۔“ وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

”نامہ.....!“ وہ حیران ہوا اور پھر کچھ گیا۔ ”تو یہ اس شرارتی بلی کا کارنامہ ہے آج اس کی خیر نہیں۔“

”آپ نے وعدہ کیا تھا۔“ اس نے انگلی اٹھا کر کہا اور پھر پرس سے وہ ڈائری نکال کر اسے دی اس نے کھول کر اسے دیکھا۔

”اور وہ میری تصویر کہاں ہے؟“
”آپ کی تو اس میں کوئی تصویر نہیں تھی۔“ وہ شرارت سے بولی۔

”اچھا میری بہت اپنی دو چوٹیوں والی سورج کبھی کی تصویر کہاں ہے؟“

”شاید آپ کی آنکھوں میں۔“
”مگر تمہیں یہ ڈائری نہ ملتی تو تم اظہار محبت نہ کرتیں۔“
”کبھی نہیں..... اور اس میں بھی آپ کا قصور ہے میں آپ کی محبت دل میں چھپا کر آپ کی خوشی کی خاطر خوش رہنے کی کوشش کرتی۔“

”پھر تو نامہ نے اچھا کیا۔“ اس نے ایک بار پھر لفافے میں سے تصویر نکالی اور اس کی پشت پر لکھے الفاظ دہرائے ان پر نری اور محبت سے انگلیاں پھیریں۔

”میرا الفت دیتا..... صرف تمہاری سورج کبھی۔“
”اور بے اختیار ان الفاظ کو چوم لیا..... ایک مشکل مرحلہ اس نے طے کر لیا تھا۔ اب ماما کو منانے کا دوسرا مشکل مرحلہ باقی تھا لیکن اسے اب بھی اپنی محبت کی طاقت کا اندازہ تھا کہ اس طاقت سے وہ ہر مشکل کو حل کر سکتا ہے۔

